رازداں
احسن فاروقی

PDF By : Meer Zaheer Abass Rustmani

Cell NO : +92 307 2128068 - +92 308 3502081

-----۞۞۞۞۞۞۞۞۞-----

رازداں

ٹیلیفون ۶۳۳۵

سنہ ۱۹۵۹ء

پبلشر = اظہر نگرامی کتابی دنیا لکھنؤ
پرنٹر = سرفراز قومی پریس لکھنؤ

ڈاکٹر احسن فاروقی

کتابی دنیا۔ لکھنؤ

ایک خط

مشفقی اظہر صاحب

آپ کی عرصہ سے خواہش تھی کہ کسی انگریزی جاسوسی ناول کا ترجمہ پیش کیا جائے۔ انگریزی میں جاسوسی ناولوں کی کوئی حد ہی نہیں اور زیادہ تر نقاد اس صنف کو ادب کے درجے سے گرا ہوا سمجھتے ہیں۔ مگر جوزف کونراڈ کی ناول "سیکرٹ ایجنٹ" کو ادبی درجہ دینے کے لئے بہت زیادہ لوگ تیار ہیں۔ مجھے یہ مناسب معلوم ہوا کہ آپ کی خواہش کو پورا کرنے کے لئے اسی کا ترجمہ پیش کر دوں۔ چنانچہ یہ ترجمہ حاضر ہے۔

ظاہر ہے کہ لندن کے واقعات کو ہندوستانی بنانے کے لئے بہت کچھ تبدیلیاں کرنی پڑی ہیں، بہت سے واقعات کم کرنا اور بہت سے بڑھانا پڑے اور کردار کی نوعیت کو بھی بہت کچھ بدل دینا پڑا۔ مگر آپ دیکھیں گے کہ آپ کا مقصد ضرور پورا ہو گیا ہے۔

فقط

احسن فاروقی

(۱)

دن کے ساڑھے دس بجے ظہیر اپنی دوکان کو اپنے کمسن سالے بجھوندو کے سپرد کرکے باہر آیا۔ بجھوندو عجیب الخلقت لڑکا تھا۔ دیکھنے میں اچھا خاصہ تھا مگر اس کا منھ کھلا رہتا تھا اور نیچے کا ہونٹ بہت زیادہ لٹکا رہتا تھا۔ وہ تعلیم یافتہ بھی تھا۔ مگر اس کی حرکتیں ہمیشہ عجیب سی ہوا کرتی تھیں۔ اگر اسے کسی کام پر بھیجا جاتا تو وہ کام کو بھول جاتا اور سڑک کے کتوں کے پیچھے دوڑتا ہوا کہیں کا کہیں نکل جاتا یا سڑک پر ہوتے ہوئے تماشوں کو کھڑا دیکھا کرتا۔ اکثر اُس کو پولیس نے پکڑا اور اس کے گھر کا پتہ پوچھا تو اسے اپنے گھر کا پتہ بھی نہ یاد آیا۔ کتوں کے پیچھے دوڑنے کا اُسے اتنا زیادہ شوق تھا کہ جب کبھی بھی اس کے بہنوئی کی دوکان کے پاس سے کوئی کتا گزرتا تو وہ دوکان چھوڑ کر کتے کے پیچھے بھاگتا۔ ظہیر نے اسے ایک کتب خانے میں نوکر رکھوا دیا تھا مگر جس دن اسے پہلی تنخواہ ملی اس دن وہ بجائے گھر آنے کے بازار پہونچا اور آتش بازی لا کر کتب خانے کے اندر چھوڑانے لگا۔ ظہیر اس سے بہت عاجز تھا مگر اپنی بیوی

تیلمہ کی وجہ سے اسے کچھ کہہ نہیں سکتا تھا ۔

ظہیر کے لئے دوکان چھوڑ کر جانا ضروری تھا ۔ اس نے چھوٹندو سے تاکید کے ساتھ کہہ دیا تھا کہ کوئی بدتمیزی نہ کرے ۔ مگر یہ جانتے ہوئے کہ چھوٹندو کا حافظہ نہایت ہی کمزور قسم کا ہے اُس نے سلیمہ سے بھی تاکید کر دی تھی کہ چھوٹندو کو دیکھتی رہے ۔ باوجود ان سب باتوں کے وہ جانتا تھا کہ چھوٹندو کوئی نہ کوئی حرکت ضرور کرے گا ۔ لیکن اسے اپنا دوکان کی کوئی خاص پرواہ نہیں تھی ۔ دوکان تو خالی دکھانے کے لئے رکھ چھوڑی تھی ۔ اس کا خاص کام تو وہ تھا جس پر دکان کو چھوڑ کر وہ جایا کرتا تھا

غرض ظہیر اپنے خاص کام پر چلا ۔ اسے شہر کے باہر ایک سفارت خانہ میں پہونچنا تھا ۔ وہ موٹا تھا اور پیدل چلنا اسکے لئے تکلیف دہ تھا مگر اسے پورا شہر پار کر کے پہنچنا ضروری تھا ۔ کیونکہ اس کی زندگی کا ۔ دار و مدار اسی پر تھا اپنی طبیعت پر جبر کرتا ہوا وہ چلا ہی گیا اور آخر کار ایک سفارت خانہ کے پھاٹک پر پہنچا ۔ یہاں جو سنتری کھڑا تھا اسکو ٹکٹ دکھا کر وہ اندر پہنچا اور سفیر کے خاص کمرہ میں داخل ہوا

سفیر درمشقی نہایت شان کے ساتھ کرسی پر رونق افروز تھے اور اُن کے سامنے میز پر فائلوں کا ڈھیر تھا ۔ ظہیر کو نہایت حاکمانہ نگاہ سے دیکھتے ہوئے انھوں نے کہا ، تمہارا ہی نام ظہیر ہے ، تم ہی یہاں ہمارے آدمی ہو ؟

جی حضور ۔ جو حکم ہو سرکار کے لئے ، ظہیر نے لجاجت سے کہا ۔

اچھا ، سفیر نے اپنی نگاہیں ترچھی کرتے ہوئے کہا اور ایک فائل کو کھول کر کاغذات کا مطالعہ کرنے لگے ۔ ظہیر کے ماتھے پر کچھ پسینہ آ گیا مگر اس میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ہاتھ اٹھا کر پسینہ پونچھے

سفیر نے نگاہ اٹھا کر دشمنوں کی توپ کا راز حاصل کرنے میں جب تم پکڑے گئے تھے تو کتنی سزا ملی تھی ؟

"حضور پانچ سال کی قید بامشقت"

"پھر تم چھوٹ آئے۔ مگر تم پکڑے ہی کیوں گئے؟"

ظہیر کا جسم ہلا اور تھرائی ہوئی آواز میں اس نے کہا "حضور جوانی تھی اس جنر کی عشق تھا ایک عورت سے۔ اسی عشق کا برا ہو۔"

"خیر" کہہ کر سفیر نے بات کاٹی اور پوچھا "تم کب سے ہمارے ملازم ہو"

"لارڈ کمر اشاسٹن صاحب بہادر کے زمانے سے"

"تم نے کیا خاص کام ہمارے لئے کیا"

ظہیر بہت پریشان ہوا کہ کیا بتائے۔ اس کے پیر کانپنے لگے۔ سفیر کی نظر غور اس کے توند پر پڑ رہی تھی۔

فائل کو میز پر پٹختے ہوئے سفیر نے کہا "تمہاری حماقت ہمارے لئے نہایت ناموزوں ہے مجھ سے پہلے کے سفیروں نے کبھی اس پر غور نہ کیا۔"

"میرے خلوص پر" ظہیر نے مریل ہوئی آواز میں کہا "کبھی شبہ نہیں ہوا"

"مگر تم تو خود بڑے احمق معلوم ہوتے ہو۔ تم کیا کسی کو دھوکا دے سکو گے۔ تم نے ہمارا ایک کام اب تک کیا اور اس میں بھی پکڑا لئے گئے۔ تم میں ذرا بھی تیزی نہیں ہے"

"اس معاملے میں حضور عشق..."

"ہاں۔ میرے سامنے کاغذات ہیں تمہاری محبوبہ نے روپیہ لے کر تمہیں پولس کے حوالے کیا۔ تم اتنے بڑے احمق ہو"

"اب حضور میری جوانی کے دن ایسا"

"کچھ ہو۔ اس معاملے میں تم نے اپنے تئیں بڑا احمق ثابت کر دیا۔ عمر کے ساتھ حماقت کم نہیں ہوا کرتی۔ اور تم موٹے ہو۔ تم کاہل ہو۔ کتنے برس سے تم ہمارے یہاں نوکر ہو؟"

"گیارہ برس سے حضور۔ لارڈ صاحب کے زمانے میں مجھ سے اہم کام لئے گئے، اور اب مجھے یہاں دلّی میں مستقل طور پر رہنے کے لئے حکم ہوا۔ حضور کے آنے سے کچھ ہی پہلے۔"

"مگر تم نے کوئی خاص کام نہیں کیا۔ اب تک تم کاہل ہو۔ تم کو موقعوں سے فائدہ اٹھانا نہیں آتا۔ لارڈ کراشاسٹ کے زمانے میں اسی سفارت خانے کو بڑی لاپروائی سے چلایا گیا۔ تم ایسے بہت سے بیکار لوگوں کو رکھ لیا گیا۔ ہماری قوم کا روپیہ برباد کیا گیا۔ میرا پہلا کام یہ ہے کہ تم ایسے کو نکال دوں۔ میں نے تم کو اسی لئے بلوایا کہ تم کو بتا دوں کہ تم بالکل مدفاضل ہو۔"

ظہیر کی کپکپی میں اضافہ ہو گیا۔

"ممکن ہو" صغیر کہے گیا۔ "کہ تم ذہین ہو مگر ہم کو عمل کی ضرورت ہے۔ عمل کی۔"

ظہیر نے ہمت باندھ کر کہا، "حضور ابھی کوئی مہینہ بھر ہوا میں نے ایک اہم معاملے کی اطلاع دی آپ کاغذات ملاحظہ فرمالیں۔"

"حماقت۔ پھر حماقت۔ میں نے کاغذات دیکھے ہیں۔ وہ معاملہ کچھ نہیں ہے۔ تمہاری سراسر حماقت ہے۔"

اور میں نے کتنی دفعہ تقریریں کی ہیں اور کتنے لوگوں کو پارٹی کا ممبر اور ہمدرد

بنا دیا ہے ۔ ظہیر کی آواز میں اب اتنا زور آ گیا تھا جیسے کہ وہ کسی مجمع کے سامنے تقریر کر رہا ہو ۔

سیفر نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا ،، اچھا تم موقع موقع سے بہ تمیزی بھی کر سکتے ہو ۔ تمہاری مقرری ہو گی اپنی جگہ پر ۔ ہمیں تقریروں کی ضرورت نہیں ہمیں کام کی ضرورت ہے کام کی ۔ تمہارا کام ہے عوام کے دلوں کو ہلانا ۔ تم نے اس قسم کا کوئی کام نہیں کیا جس سے عوام کے دل ہل جاتے ۔ تقریریں وقتی چیز ہیں ۔ ہمیں وقتی تاثرات کی ضرورت نہیں ۔ ہم دائمی اثر چاہتے ہیں تم پارٹی میں کیا حیثیت رکھتے ہو ''

"میں نائب صدروں میں سے ایک ہوں "

"تم کو شرم آنا چاہئیے کہ تمہاری پارٹی سوائے کچھ چیزیں چھاپ دینے کے اور کچھ نہیں کرتی ۔ تم سمجھ لو کہ اب میرا زمانہ ہے اور میں کام چاہتا ہوں ۔ کام ۔ اس ہندستان کے لوگ اندھے ہیں ۔ وہ سو رہے ہیں ۔ ایسا کام ہونا چاہئیے جس سے وہ چونکیں ان کی آنکھیں کھلیں ۔ یہ وقت ہے کہ انھیں کوئی زبردست خوف دلایا جائے " ۔

"خیر حضور فرمائیں کہ میں کیا حکم بجا لاؤں "

،، اچھا دیکھو تمہیں کوئی ایسا کام کرنا ہو گا جس سے تمام دنیا میں سنسنی پھیل جائے کسی بڑے آدمی کو مار دینا ایسا کام ہے مگر یہ کام بہت عام ہو چکا ہے ۔ کوئی انوکھا نیا کام ہونا چاہئیے ۔ آج کل دنیا سائنس پر بہت عقیدہ رکھتی ہے ۔ کسی دانشکدے کسی سائنسی انسٹیٹوٹ کو اڑا دو تو تمام ملک میں سنسنی پھیل جائے گی ۔ کسی کونسل ہاؤس کو ختم کر دو تو اور بھی بہتر ہے ۔ عوام سیاست کو بھی اہمیت دیتے ہیں اور ان کی نگاہیں اسمبلی کی طرف ہوتی ہیں ۔ کوئی ایسی ترکیب کرو کہ کونسل ہاؤس پورا کا پورا

ایک پل میں برباد ہو جائے "۔
"یہ تو بڑا مشکل کام ہوگا "
"کیوں؟ تمہاری پوری پارٹی ہے۔ اس میں سائنس داں ہیں اور ہر قسم کے لوگ ہیں تم سب مل کر سوچو کہ کس طرح یہ کام انجام دیا جائے "۔
"مگر اس کام میں خرچے کی بھی ضرورت ہے "
"خرچہ۔ تم کو جو تنخواہ ملتی ہے وہ ہر مہینے ملے گی۔ اس سے زیادہ کچھ نہ ملے گا جب تک تم کوئی بڑا کام نہ انجام دو۔ اور اگر نہ کروگے تو تنخواہ بھی بند ہو جائے گی۔ تمہارا ظاہری پیشہ کیا ہے؟ "
"میں ایک دوکان رکھے ہوں "
"دوکان! کاہے کی دوکان؟ "
"اسٹیشنری۔ کتابوں وغیرہ کی دوکان ہے۔ میری بیوی... "
"کیا بیوی؟ "
"جی میں شادی شدہ ہوں "
"آئیں، تم شادی شدہ ہو اور پھر دہشتی بھی ہو۔ یہ حماقت ہے سراسر۔ ہمارے ملازمین کو شادی شدہ نہ ہونا چاہئے۔ ہمارے مذہب میں شادی کرنے سے بڑا گناہ ہی ممکن نہیں "۔
"میری بیوی بھی دہشتی ہے "۔
"تو شادی کرکے کیا معنے۔ مجھے زیادہ سے زیادہ یقین ہوتا جاتا ہو کہ تم ہمارے کام کے لئے بالکل ناموزوں ہو۔ شادی کرکے تم نے گناہ عظیم کیا۔ معلوم ہوتا ہی

کہ تم مذہبی جذبات اب بھی دل میں رکھتے ہو۔ شادی کرنے کے بعد تم ہمارے لئے بیکار ہو گئے۔ اپنا سب وفا ختم کر دیا۔"

ظہیر دم بخود سنتا رہا۔

"اچھا تم اب جاؤ" اسفر نے کہا۔ "تم کو ایک ماہ کا وقت دیا جاتا ہے۔ اس عرصے میں اگر تم کونسل ہاؤس کو ڈائنامائٹ سے اڑا دو تو خیریت ہے اور تمہاری ملازمت ختم ہے۔"

(۲)

سفارت خانے سے واپسی پر سارے راستے وہ سوچ میں غرق رہا۔ وہ دکان میں پہونچا تو اس نے دیکھا کہ بھوندو زمین پر جھاڑ دے کچھ شکلیں بنا رہا ہے۔ ظہیر کو آتا دیکھ کر بھوندو نہایت مودبانہ طریقے پر کھڑا ہو گیا۔ ظہیر اسے دیکھتا ہوا دوکان کے پیچھے اس حصے میں گیا جس میں وہ رہتا تھا۔ اس کی بیوی سلیمہ گھر کے کاموں میں مصروف تھی۔ وہ ایک آرام کرسی میں لیٹ گیا اور رنگا رنگ سگار پینے لگا۔

دن بھر اسی عالم میں گزرا۔ شام کے وقت اس کے کچھ ساتھی آئے اور آپس میں باتیں کرنے لگے۔ ان میں تین خاص طور پر نمایاں تھے۔ تینوں جیل کاٹ چکے تھے اور جیل میں رہ کر کافی موٹے ہو گئے تھے۔ ان میں سے دو منظر اور جعفر آتش وان کے قریب آمنے سامنے بیٹھے بحث کر رہے تھے۔

منظر کہہ رہا تھا عصبیت انسان کو ختم کئے دے رہی ہے انسان کے خیالات

کوئی چیز نہیں۔ کوئی معنے نہیں رکھتے۔ اقتصادی حالات سب کچھ ہیں۔ سرمایہ داری ہی نے دہشت کو جنم دیا۔ سرمایہ کی حفاظت کے لئے جو قانون نے ان ہی لے سرمائے کی جڑ کاٹی۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ آگے چل کر انسان کا کیا نظام ہوگا۔"

"تم رجعت پسند ہو" جعفر نے کہا۔ "تم کو یہ نہ کہنا چاہئے کہ آنے والا نظام کیا ہوگا۔ آنے والا نظام ضرور ہمارا ہوگا۔ ہمیں ہر اس چیز کو برباد کرنا ہے جو ہمارے راستے میں حائل ہو۔ یہ کبھی نہ سوچنا چاہئے کہ آگے چل کر ہمارے مسلک کے سوا اور کوئی مسلک بھی کامیاب ہو سکتا ہے۔"

ان دونوں نے ظہیر کی طرف دیکھا وہ اپنے سگار کا دھواں بہت تیزی سے اڑا رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اسے ان دونوں کی بحث میں کوئی دلچسپی نہیں۔ اسکے سامنے گورا چٹا ابھیم شہیم عبدل خاموش بیٹھا تھا۔ عبدل بہت کم سخن تھا اور زیادہ تر اپنے مطالب کو مختلف انداز سے مسکرا کر یا سر اور ہاتھوں کو ہلا کر ادا کیا کرتا۔

ظہیر نے عبدل پر نگاہ جماتے ہوئے کہا۔ "اگر میں رجعت پسند ہوتا تو میں اپنا گلا چاقو سے کاٹ ڈالتا۔"

عبدل مسکرایا۔

ظہیر نے تیزی سے دھواں اڑایا۔

جعفر نے کہا۔ "ڈاکٹر عبدل۔ یہ ہمارا ساتھی ہونے کے لئے موزوں نہیں۔ اس کو نکال دیجئے۔"

عبدل جس کو اس کے ساتھی ڈاکٹر اس وجہ سے کہا کرتے تھے کہ اس نے ایک زمانے میں ایک نرس کی کمپوڈری کی تھی اب کی کچھ روز سے ہنسا۔ پھر ظہیر کو متوجہ

کرتا ہوا بولا، "ظہیر تمہارا سالا برآمدے میں بیٹھا ایک کاغذ پر پرکار سے دائرے بناتا چلا جا رہا ہے۔ یہ نشان ہے انحطاطی ذہنیت کی۔"

ظہیر نے کچھ جواب نہ دیا۔

منظر نے کہا، "ترقی اور انحطاط کوئی چیز نہیں۔ دنیا ایک بہاؤ پر بہہ رہی ہے۔ یہ بہاؤ انسان کو جدھر بہا لے جائے۔"

"تم گدھے ہو" عبدل نے ڈانٹ کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ظہیر تم کو کیوں اور کیسے برداشت کرتا ہے۔"

ظہیر چونک پڑا اور منہ میں سگار دبائے ہوئے بولا "یہ بحثوں کا وقت نہیں۔"

عبدل اٹھتے ہوئے بولا "آج تم اہم معاملے پر غور کر رہے ہو۔ تمہاری فکر میں خلل انداز نہ ہونا چاہیے۔"

ظہیر نے کہا "اچھا"

اور جتنے ساتھی بھی جمع تھے سب رفتہ رفتہ اٹھ کر چلے گئے۔

کوئی گھنٹہ بھر تک ظہیر سگار پیتا رہا اور سوچتا رہا۔ سکینہ کمرے میں آئی اور بولی "وہ سب چلے گئے۔ اتنی جلدی؟"

"ہاں گئے سب اُلو کے پٹھے"

"کیوں؟"

"سالے لوفر ہیں سب۔ ان کی شادیاں نہیں ہوئی ہیں۔ اپنی اپنی محبوباؤں کے گھر گئے ہوں گے۔ مجھے ایک محبوبہ کی گزر بسر کی فکر ہے۔"

"یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"ظہیر نے اپنا بٹوہ نکالا ٹھنڈی سانس بھری اور پانچ روپیہ کا ایک نوٹ نکال کر کہا،" بس یہی کائنات بچا اپنی۔ اس پر ہم لوگ کیا کر سکیں گے ؟"

دوکان میں آج کوئی آمدنی نہیں ہوئی۔ یہی نوٹ کل بچا تھا۔"

" دوکان؟ خیر جانے دو۔ شاید ہماری زندگی میں انقلاب آنے والا ہے۔ دوکان ٹھپ ہو جائے گی "۔

" یہ تمہارے اٹھائی گیرے دوست تم کو تباہ کر دیں گے۔ چیزیں۔ اخبار۔ کتابیں سب ہی کچھ لے جاتے ہیں اور پیسہ ایک نہیں دیتے۔ ان سب کو بھونکو جو لیے ہیں۔"

اس وقت قریب کے کمرے میں زور زور دوڑنے کی آواز آئی۔

ظہیر بولا "یہ کیا؟۔ یہ بھوندو کوئی زبردست حرکت کر رہا ہے۔"

" اس لڑکے کو پڑھنا ناحق سکھایا تم نے۔ یہ اخباروں میں جو کچھ پڑھتا ہے اس کی نقل کرنے لگ جاتا ہے۔"

"دیکھوں تو کیا کر رہا ہے،" کہکر ظہیر کمرہ میں گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد ظہیر بھوندو کا کان پکڑے ہوئے گھسیٹتا ہوا واپس آیا اور بھوندو کا کان چھوڑ کر سلیمہ سے بولا۔ "دیکھو یہ کیا حرکت کر رہا تھا۔ ہاتھ میں چھری لئے ہوئے ناچ رہا تھا اور پھر اپنے گلے پر چھری پھیرنے لگا۔"

یہ تو نے کہاں سے سیکھا۔

بھوندو منھ کھولے ہوئے خاموش کھڑا رہا

" یہ تمہارے ساتھی لفنگے جو آتے ہیں یہی چھری اور گلا کاٹنے کی باتیں کیا کرتے ہیں۔

بھوندو بولا، منظر صاحب کہہ رہے تھے کہ میں چھری سے اپنا گلا کاٹ لیتا۔"

"تو اس کا مطلب یہ تھا کہ تو اپنا گلا کاٹنے بیٹھ جائے۔" ظہیر نے کھڑک کر کہا "تم اسی کو ڈانٹتے ہو۔ آخر یہ تمہارے لفنگے دوست کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں یہاں آ آکے؟"

"وہ تو مثالاً کہہ رہا تھا۔"

"بھوندو کو جانتے ہیں سب کہ دماغ ٹھیک نہیں اس کا مگر اپنی باتوں سے باز نہیں آتے۔"

ظہیر پھر آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔ بھوندو کو اس کی بہن اپنے ساتھ باورچی خانے میں لے گئی۔

کھانے کے بعد بھوندو کو اس کے بستر پر لٹا دیا گیا۔ ظہیر بھی اپنے بستر پر پڑ رہا سلیمہ سب کام ختم کر کے لیٹنے کو آنے لگی۔

"بجلی بجھا دوں" سلیمہ نے پوچھا۔

"نہیں ابھی نہیں" ظہیر نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ بھوندو کا علاج ضروری ہے۔"

"ہاں ہے تو مگر اس وقت دس بجے رات کو"

"ہاں۔ یہاں ایک ڈاکٹر آیا ہے۔ وہ دماغ کا علاج کرتا ہے۔ اسے دکھا دیا جائے۔"

"تو کل صبح دکھا دینا۔"

"نہیں وہ دس بجے رات کے بعد ہی ملتا ہے۔ میں سوچ رہا ہوں ابھی رکشا لاؤں تم اس کو تیار کر دو میں تیار ہوتا ہوں۔"

سلیمہ بھوندو کو کوٹ پہنا کر لائی۔ ظہیر کپڑے پہن چکا تھا۔ اس نے بھوندو کا ہاتھ پکڑا اور گھر کے باہر آ گیا۔

(۳)

"بھئی تم ہی ہو جو اس معاملے کی بات کچھ جان سکتے ہو۔" عبدل نے بیڑی پیتے ہوئے کہا۔

اس کے سامنے ایک ٹھنگنا چوڑا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ بھٹی کا سرپنچ تھا اور اس کو عام طور پر پروفیسر کے نام سے یاد کیا جاتا تھا کیونکہ وہ علم کیمیا یا کیمسٹری میں دخل رکھتا تھا۔ اس شراب خانے میں پیانو بجنے لگا۔

"اصولاً" پروفیسر نے کہا "جو بات میں یا کوئی آدمی جانتا ہو اس کو بھٹی یا کسی اور آدمی کو جاننے کا کوئی حق نہیں۔"

"اصولاً تو یہ ٹھیک ہو مگر" عبدل کہہ کر چپ ہو گیا

تھوڑی دیر کے بعد پھر عبدل نے پوچھا "آج تم گھر پہ کہاں رہے ادھر ادھر نہیں گئے؟"

"وہاں میں اپنے پلنگ پر پڑا رہا اب تک۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں! کیا تم وہاں پیدل آئے؟"

"نہیں۔ بس سے آیا؟"

"کیا تم یہاں دیر سے بیٹھے ہو؟"

"کوئی گھنٹہ بھر ہوا ہوگا" اور اس نے بیر کا گھونٹ پیا۔

"ایک گھنٹہ تو تم نے وہ خبر نہیں سنی جو میں ابھی سن کر آ رہا ہوں۔"

"مجھے امید نہ تھی کہ تم یہاں شراب خانے میں آؤ گے" پروفیسر نے نہایت اطمینان سے کہا۔

"تعجب ہے کہ تم ہی نے یہ خبر نہیں سنی جو اخبار والے گلی گلی پھیلاتے پھر رہے ہیں" پروفیسر خاموش رہا اور بیر پیتا رہا۔

عبدل نے پھر اس سے پوچھا۔ کیا تم ابھی بارود وغیرہ ہر شخص کو دیتے پھر رہے ہو؟"

"میرا اصول ہے کہ کسی سے بھی نہیں کرتا۔ چاہے میرے پاس تھیلی بھر بھی ہو اگر کوئی مانگے میں دے دیا کروں گا۔"

"یہ اصول ہے تمہارا؟"

"ہاں یہی اصول ہے۔"

"اور اس اصول کو تم ٹھیک سمجھتے ہو؟"

"بالکل ٹھیک ہے۔ ہمیشہ ہر وقت یہ تھیلا ساتھ۔ مجھے کون روک سکتا ہے۔ میں کیوں نہ ہر ایک کو دے دیا کروں۔ اس میں سوچنے یا احتیاط کی کیا ضرورت ہے؟"

"اگر کوئی مانگنے والا جاسوس ہو اور پولیس کو خبر کر دے؟"

پروفیسر ہنسا اور بولا "پولیس۔ ہاں وہ مجھے جانتی ہے۔ میں ہر ایک افسر کو جانتا ہوں۔ ان میں اتنی ہمت ہی نہیں کہ میرے پاس آئیں۔

"مگر پولیس کسی آدمی کو تمہارے پاس بھیج سکتی ہے۔ جو تم سے تمہارا بنایا ہوا مسالہ لے جائے اور پھر پولیس کو لا کر تم کو پکڑوا دے"

"مجھے پکڑوا کس جرم میں دے گا۔ بغیر لائسنس کے بارود بنانے کے جرم میں؟"

"تم بھی کیا سمجھتے ہو۔ پولیس کو ایسے لوگوں کو پکڑنے کی غرض ہی نہیں۔ کوئی پولیس افسر مجھے پکڑنا ہی نہیں چاہتا۔ سمجھے"

"سمجھ میں نہیں آتا کیوں؟"

"کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ میں اپنا سب مسالہ اپنی کمر میں باندھے پھرتا ہوں"
اس نے اپنی کمر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا "موٹے شیشہ کی بوتل میں سب کچھ یہاں بند ہے"

"اچھا"

"پولیس جانتی ہے کہ مجھے گرفتار کرنا کتنا خطرناک ہے۔ کسی پولیس والے کی ہمت ہی نہیں۔ اگر مجھے پکڑیں تو ذرا سی میں وہ سب اور سارا گرد و گرد کی ہر چیز اڑ جائے"

"خیر مگر آپ اس خوش فہمی میں نہ رہیے کسی دن ایک درجن بھر کانسٹبل ایک دم سے جھپٹ پڑے تو آپ کی بوتل دھری ہی رہ جائے گی۔"

"ہاں اس کا امکان ہے جب ہی تو میں اپنی داہنی جیب میں ہمیشہ ہاتھ ڈالے رہتا ہوں۔ جانتے ہو اس جیب میں ایک ربر کا گیند ہے۔ اگر میں اس کو دبا دوں تو بوتل کے اندر ایک بتی سی ہے جو جل اٹھے"۔ اس نے اپنی قمیص ہٹا کر ایک

یٹوب دکھایا جو جیب میں سے بوتل کو جاتا تھا اور بولا "انڈر بیٹری جو ہے اس میں ایک مشین ہے اور مسالہ ہے۔"

عبدل کا باپ اُٹھا اور بولا "ایک لمحہ میں کام تمام ہو جاتا ہے؟"

"نہیں۔ گنبد کو دبانے کے بس سکنڈ بعد۔"

"مگر اف وہ۔ کیا عالم ہو جو یہ بوتل پھٹ جائے۔"

"یہ بیٹری ابھی کامل نہیں بیس سکنڈ کا وقفہ بہت ہوا۔ میں اور تجربے کرتا ہوں کہ ایسی بیٹری بناؤں جو ایک سکنڈ میں پھٹ جائے۔"

"بیس سکنڈ کچھ نہیں ہوا۔ اُف کیا عالم ہوگا۔ تم اس کو برداشت کر سکتے ہو مجھے تو اس کا تصور ہی پاگل کر دینے کو کافی ہے۔"

"خیر۔ اس کو چلانا ہی بس مشکل کام ہے۔ میں اس کی مشین کو اور بھی زیادہ اچھا بنانا چاہتا ہوں۔ ایسی مشین ہو کہ ایک سکنڈ کا کام رہ جائے۔"

"اگر تم یہاں چلا دو تو اسی شراب خانے کا پتہ بھی نہ رہے۔ سڑک پر چلنے والے بھی اڑ جائیں۔"

"اس میں مشین کچھ نہیں۔ یہ میری قوت ارادہ ہے کہ جو کام میں آتی ہے۔ دنیا میں کم ہی لوگ ہوں گے جن کی قوت ارادہ اتنی مضبوط ہو جتنی میری۔"

"مگر تم میں یہ کیسے آگئی؟"

"بس ہے اور اسی سے پولس والے مجھ سے دبتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں اور اسی لئے مجھے خطرناک سمجھتے ہیں۔"

"پولس میں بھی تو اکثر بڑے زوردار آدمی ہوتے ہیں۔"

"ہاں. مگر وہ ارج میں - میں ان سے نہیں ڈرتا اس لئے وہ مجھ سے کمزور ہیں۔ ان کو زندگی میں عقیدہ ہے۔ وہ زندہ رہنا چاہتے ہیں۔ مجھے موت میں عقیدہ ہے اس لئے میں ان سے زیادہ نڈر ہوں"

"یہ سب فلسفی طریقہ ہے۔ منظر بھی اسی طرح کچھ کہا کرتا ہے"

"منظر جو ہماری کمیٹی کا ممبر ہے۔ تم بھی ممبر ہو۔ تم لوگ انقلاب کا پروپاگنڈہ کرتے ہو۔ مگر تم لوگوں کی ذہنیت انقلابی نہیں ہے بلکہ کسی چھوٹے دکان دار کی سی ہے"

"تو تم ہم لوگوں سے کیا چاہتے ہو؟"

"ایک کامل بیٹری چاہتا ہوں۔ تم کو اس کے نام ہی سے ڈر لگتا ہے"

"نہیں میں ڈرتا نہیں"

"تم انقلابی سوسائٹی کے اسی طرح غلام ہو جیسے کہ پولس۔ کل مجھے انسپکٹر جوالا سنگھ ملا۔ اس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا مگر میں نے اسے دیکھا ہی نہیں منھ پھیر لیا۔ وہ نہ معلوم کس کس چیز کا خیال کر رہا ہوگا۔ اپنے افسروں کا اپنے گھر بار کا۔ کچہریوں کا۔ [illegible] اخباروں کا سنگروں باتوں کا اور میں محض اپنی بیٹری کا۔ مجھے کیا پرواہ۔ میں تجربے کرتا ہوں۔ تجربوں کا رہتا ہوں مرنے کو ہر وقت تیار ہوں"

"عجب" عبدل نے طنزاً کہا۔

"تم کو اپنی اصولوں کی فکر ہے۔ کمیٹیوں کا خیال ہے۔ پروپاگنڈہ کرنا ہے بے چارہ پروپیگنڈہ کرنے والا میں ہی ہوں"

پخیر۔ اس وقت کی خبر یہ ہے کہ اسمبلی کی عمارت کے پاس رات کو ایک دھماکا ہوا اور ایک آدمی کی لاش کے ٹکڑے ملے "

"تم کو کیسے معلوم۔"

"اخبار والے پکارتے پھر رہے ہیں ہر سڑک پر "

پروفیسر خاموش رہا۔

عبدل کہے گیا "اخبار میں تھا کہ کوئی گیارہ بجے رات کو اسمبلی کے پاس بہت زور کا دھماکا ہوا۔ صبح کو ایک پیڑ کے پاس ایک بڑا گڑھا دکھائی دیا۔ پیڑ جل کر کوئلہ ہو چکا تھا اور اس کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ ساتھ ہی ساتھ ایک آدمی کے جسم کے ٹکڑے بھی ملے ہوئے تھے۔ شائد کسی نے اسمبلی کو اڑا دینے کی کوشش کی "

"تو یہ کیا بات ہوئی "

یہ بڑا جرم ہے؟"

"جرم؟ جرم کیا ہوتا ہے!"

"اور میں کیا کہوں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم دونوں پر ضرور شبہ ہوگا معلوم ہوتا ہے کہ تم نے اپنا مسالہ کسی کو دیا اور اس نے یہ حرکت کی "

"میں تو اپنا مسالہ دیتا ہی رہتا ہوں تاکہ لوگ اسے استعمال کریں۔ آخر مجھے تجربے کیسے ہوں کہ کیا چلتا ہے میرا مسالہ "

"اچھا۔ تم کو یاد ہے کہ کل یا اس سے پہلے یعنی آخری دفعہ تم نے کسی کو مسالہ دیا۔ کچھ حلیہ یاد ہے اس آدمی کا "

"ہوا یہ کہ کل رات ظہیر مجھ سے ایک کافی بڑی بیٹری بنوا کر لے گیا۔"

"ظہیر؟ یہ ناممکن ہے!"

"وہی تھا۔ کوئی معمولی گدھا نہیں تھا۔ وہ تو تم سب کا لیڈر ہے۔"

"لیڈر نہیں۔ ہاں وہ ہمارا سب سے بڑا راز داں ہے۔ کام کا آدمی ہے۔ ویسے بدھو ہی ہے۔ اس کو اس لئے چھانٹا گیا تھا کہ پولس اس پر شبہ نہیں کر سکتی اور آگے ہم کچھ نہیں جانتے۔ شاید دوکان اس نے اپنے بیوی کے روپئے سے رکھی تھی اور آمدنی بھی اس کی کافی تھی۔"

"ظہیر اس حرکت کی غرض سے شاید کل رات آیا تھا۔"

"اگر اس نے یہ حرکت کی ہے تو اس کی بیوی بیچاری کا کیا ہوگا۔ وہ کیا کرے گی؟"

ایسا ہوا ہی کرتا ہے۔ کون نئی بات ہے۔"

مگر پروفیسر تمہاری یہ بڑی غلطی ہے کہ تم ہم ساتھیوں سے ہمدردی نہیں رکھتے کیا ظہیر نے تم سے کچھ کہا تھا بیٹری لیتے وقت؟"

اس نے کہا تھا کہ وہ ایک عمارت پر تجربہ کرے گا۔ میں نے کہا کہ ایک بڑی عمارت کو اڑانے کے لئے میرے پاس مسالہ کافی نہیں ہے۔ مگر اس کے دل کو لگی ہوئی تھی۔ خیر پٹرول کے ایک پیپے میں میں نے اسے سب سامان بھر دیا اور مشین وغیرہ بھی لگا دی تھی۔ ایسا بنا دیا تھا کہ اس کو دیکھنے کے پورے بیس سکنڈ کے بعد دھماکا ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ہاتھ سے گر کر پیپا پھٹ گیا اور اس کا سب کام خراب ہو گیا۔"

پر کیا محض گڑھا ہی جانے سے بھی تمہاری بستری پھٹ جاتی ہے:

"ایک اور امکان بھی ہے۔ اس میں ایک کھٹکا لگایا جاتا ہے۔ ایک ٹیوب ہوتا ہے جو بستری میں جاتا ہے۔ ادھر ایک گھنید ہوتا ہے۔ گیند کو پانچ دفعہ دبا کر چھوڑ آؤ۔ بیس منٹ کے بعد دھماکا ہو گا لیکن اگر کھیل سمجھ کر دبائے ہی چلے جاؤ تو فوراً ہی دھماکا ہو گا اور خود بھی اڑ جاؤ گے۔ معلوم ہوتا ہے ظہیر نے ہی کچھ کیا۔ مگر وہ اتنا بڑا گدھا تو نہیں ہے۔"

"ممکن ہے اس نے کسی اور کو اس کام میں لگا لیا ہو۔"

"اور کوئی تیار ہی نہیں ہو سکتا۔"

"ارے کوئی گدھا؟"

"گدھے۔ ذہین آدمیوں کے مقابلے میں زیادہ ڈرپوک ہوتے ہیں۔ ظہیر کو کیا ہوا۔ وہی اڑ گیا۔ اس میں ضرور کوئی بڑا بھید چھپا ہوا معلوم ہوتا ہے۔"

"اگر اس نے کیا ہے تو ہم سب کی خیر نہیں۔"

"تم اس کے گھر جا کر دیکھ لو۔"

"نہیں۔ اب تو اس کی سڑک پر بھی نکلنا پر خطر ہے۔ کیا معلوم پولیس وہاں پہونچ گئی ہو اور سب کو گرفتار کر لیا ہو۔"

"پولیس کے لئے یہ آسان کام ہے تم سمجھتے ہو۔ معلوم کتنے عرصہ تک اور کتنی تفتیش کے بعد اس کو پتہ چلے گا کہ کس کی یہ حرکت ہے۔ ظہیر پر شاید شبہ بھی نہ ہو۔"

(۴)

ٹھیک اسی وقت انسپکٹر جوالا سنگھ پولیس ہیڈ کوارٹر پر پہونچا۔ گاڑی سے اترا ہی تھا کہ ایک کانسٹبل نے سلام کیا اور کہا بڑے صاحب بولے فوراً ہمارے پاس آئیں۔

وہ بجائے اپنے آفس جانے کے اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ کے کمرہ میں چلا گیا۔ اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ نے کہا۔ یہ معاملہ بہت اہم ہے۔ گورنمنٹ کے سخت آرڈر آئے ہیں کہ پوری تفتیش ہونا چاہیے۔

"جی حضور میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھوں گا۔"

"تو تم کا معائنہ کر آئے؟"

"جی ابھی وہیں سے واپس آ رہا ہوں۔"

"کیا دیکھا؟"

"حضور وہاں پہونچ کر عجیب سماں نظر آیا۔ اسمبلی کے قریب شال کے باغ

کوئی دو فرلانگ سے زیادہ ہو گیا ایک پیڑ لگا ہوا تھا۔ اس پیڑ کے پرزے پرزے اڑ گئے۔ ایک نہایت بڑا گڑھا۔ کوئی سائنس گڑھے کے تنکا کوٹا نظر آیا "

"اس کے معنی ہیں کہ اگر اسمبلی کی عمارت میں یہ بم پھٹتا تو پوری عمارت گر جاتی "

"جی حضور۔ اسی غرض سے تو وہ شخص آیا تھا شاید۔ مگر نہ معلوم کیا ہوا کہ اتنی دور ہی پر اس کا بم پھٹ گیا ہے مجھے زبردست شبہ اس میں "

"تم نے تفتیش شروع کر دی۔

"حضور۔ خبر ملتے ہی میں نے کانسٹبل دوڑائے تھے۔ کانسٹبل عنایت نے موقع پر مجھے آکر بتایا کہ ایک بڑھیا نے کل رات کے دس بجے دو آدمیوں کو ادھر جاتے دیکھا تھا۔ ایک آدمی کے ہاتھ میں پٹرول کا پیپا تھا "

اور کچھ اس بڑھیا کو نہیں معلوم۔ کوئی چیز جس سے شناخت ہو "

"اس بڑھیا کی دوکان ہے پان بیڑی کی۔ اس سے میں نے خود اس وقت پوچھا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو آدمیوں میں سے ایک بڑھیا کی دوکان پر آیا۔ دیا سلائی خریدی اور اپنا سگار جلانے لگا۔ اتنے میں دوسرا آدمی بھی پاس آ گیا۔ بڑھیا کہتی تھی کہ یہ دوسرا آدمی لڑکا ہی سا تھا۔ خالی قمیص پہنے تھا۔ دھاری دار قمیص تھی جیسی لوگ سوتے وقت پہنتے ہیں "

"موقع پر کوئی نعش ملی۔

"حضور نہ پوچھیں کس قدر تکلیف دہ سماں تھا۔ انسانی جسم کے ٹکڑے مٹی اور درخت کے ٹکڑوں میں ملے ہوئے۔ ان کے تصور ہی سے رونگٹے کھڑے ہونے لگتے ہیں "

"کچھ پتہ چلتا ہے کہ ایک نعش کے ہیں یا دو کے"

"حضور ہیں ایک ہی کے۔ دو کے ہرگز نہیں۔ باہر لاری میں رکھے ہیں حضور خود لاحظہ فرمائیں"

"کوئی خاص بات بھی تم نے نوٹ کی"

جوالا سنگھ نے اپنی جیب سے دو کپڑے کے ٹکڑے نکالتے ہوئے کہا۔"حضور یہ کالر کے ٹکڑے ہیں نے احتیاط سے رکھے۔ قمیص کے ہیں۔ سلیپنگ سوٹ کی قمیص کے بڑھیا کی بات کی ان سے تصدیق ہوتی ہے"

جوالا سنگھ نے ان ٹکڑوں کو میز پر رکھا۔ سپرنٹنڈنٹ نے ان کو دیکھا اور کہا "تمہیں ان کی ضرورت پڑے گی۔ اپنے پاس رکھو"

"حضور لاش کے ٹکڑے اسپتال پوسٹ مارٹم کے لئے بھیجے جائیں؟"

دیکھوں تو سہی کس حالت میں ہیں۔

دونوں نکل کر باہر آگئے۔ ایک طرف برآمدے میں ایک اسٹیچر پر ایک ڈھیر سا کپڑے سے ڈھکا ہوا رکھا تھا۔ اس کے پاس پہونچ کر جوالا نے کہا۔

حضور یہ ڈھیر ہے"

"تم نے کیسے اکٹھا کیا"

"کھاؤڑوں سے"

سب ٹکڑے مل گئے؟

"میرے خیال میں تو ایک ٹکڑا ابھی نہیں باقی رہا ہوگا"

"اچھا کھولو"

ایک کانسٹبل لے کپڑا اٹھایا۔ ایک انسان کا قیمہ مٹی میں ملا ہوا اور درخت کی لکڑی کے ٹکڑے اس کے ساتھ گلڈ مڈ دکھائی دیا۔ سپرنٹنڈنٹ نے منہ پھیر کر کہا "ڈھانک دو" اور اپنے کمرے کی طرف واپس ہونے لگا۔

"ایک ٹانگ تو پوری ہے"۔

"حضور یہی ایک چیز کچھ پوری ملی"۔

"آدمی گورا تھا معلوم ہوتا ہے"۔

"جی ہاں اور ٹکڑوں سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اور حضور نے غور نہیں کیا کھوپڑی کے ٹکڑوں پر بال بھورے ہیں"۔

"اچھا"۔

"تو حضور اسے اسپتال بھجوانے کی ضرورت ہے"۔

"اسپتال بھیجنا تو ضروری ہے۔ مگر کچھ پتہ نہیں لگے گا۔ یہ ایک ہی آدمی کا"

"یہ حضور مجھے یقین ہے۔ بہت دیر لگے گی اور کام بھی تکلیف دہ ہے ورنہ سب ٹکڑے جوڑ کر ثابت کر دیتا کہ ایک ہی آدمی کا ہے"۔

"مگر گئے دو آدمی تھے بڑھیا کی رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے"۔

"ممکن ہے ایک آدمی بھاگ گیا ہو۔ ملے ہی سے"۔

"خیر پوسٹ مارٹم کے لئے بھیجو۔ کم از کم یہی معلوم ہو جائے گا کہ ایک آدمی کا یہ قیمہ ہے یا دو آدمیوں کا"۔

"بہتر ہے حضور"۔

سپرنٹنڈنٹ اپنے کمرہ میں چلے گئے جوالا سنگھ نے کچھ کانسٹبلوں کے ہاتھ

نعش کے ڈھیر کو اسپتال بھجوا دیا۔ وہ اپنے کوارٹر میں آیا اور کمرہ کے اندر ٹہلتا رہا۔ ٹہلتے ٹہلتے اس نے ناشتہ کیا۔ پھر اپنی وردی اتار کر معمولی لباس پہنا۔ محض ایک قمیص اور مینٹ اور باہر آ کر اپنی موٹر سائیکل پر سوار ہو کر شہر کی طرف چلا۔

جب وہ اس شراب خانے کے پاس پہونچا جہاں پروفیسر اور عبدل باتیں کر رہے تھے تو اس نے دیکھا کہ پروفیسر شراب خانے سے نکل کر سڑک پر آ رہا ہے۔ وہ قریب کے چوراہے تک چلا گیا اور اپنی موٹر سائیکل کو کانسٹبل کے سپرد کر کے اس سڑک پر واپس آیا جس پر پروفیسر جا رہا تھا۔ کچھ ہی دور چل کر اس کا اور پروفیسر کا آمنا سامنا ہو گیا۔

"ہو" اس نے پروفیسر کو سلام کیا۔

پروفیسر نے اپنے مینٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا "کیا معاملہ ہے؟"
جو والا نگھ پلٹ کر پروفیسر کے ساتھ چلنے لگا۔

"پروفیسر بولا "تم میری تلاش میں نکلے تھے"

"نہیں" تمہاری تلاش سے کیا فائدہ۔ تم سے کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ تم خطرناک بھی ہو"

"تو پھر مجھ سے کیا کام ہے تمہارا"

کچھ نہیں۔ اگر کام ہوتا تو تمہارے گھر پہونچتا۔ اس وقت تو میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔ تم مل گئے۔ تمہارے ساتھ ہی چلوں گا"

"تم تو دھر جا رہے تھے ابھی پلٹ پڑے"

تم کو دیکھ کر ادھر آیا۔ جانا ادھر ہی ہے جدھر تمہیں۔

”بات تو تم گول مول کر رہے ہو۔ میرے ساتھ آتے ہو تو چلیے آؤ میں تم سے یا تمہاری پوری قوم سے ڈرتا تھوڑا ہی ہوں۔“

”خیر یہ بھی دیکھا جائے گا کبھی کہ کون کس سے ڈرتا ہے۔“

”کبھی کیوں ابھی دیکھ لو نا۔“

”ابھی وقت نہیں ہے۔“

”یہی ثبوت ہے کہ تم ڈرتے ہو۔“

”خیر تمہارا مقصد ہر چیز کو برباد کرنا ہے۔ میرا ہر چیز کی حفاظت کرنا۔ یہی بات مجھے تم سے بہتر ثابت کرتی ہے۔ ہم لوگ ایک دن جیتیں گے اور تم ہارو گے۔“

”اچھا۔ اگر تم ایسے فلسفی ہو تو وقت بہت مناسب ہے شہید بن جانے کے لیے۔“

”کیا تم مجھ کو احمق سمجھتے ہو۔ میں جانتا ہوں تمہارا ہاتھ تمہاری جیب میں ہے۔ میں ایسا گدھا نہیں ہوں کہ خواہ مخواہ تمہارے اور اپنے جھگڑے ختم کر دوں۔“

”احمق۔ تم اتنے تو احمق ہو کہ ہم لوگوں کا مقصد حیات ہی نہیں سمجھتے۔“

”تو تم بتاؤ تمہارا کیا مقصد ہے۔ سوائے پریشان کرنے اور بربادی پھیلانے کے تم اور کچھ کر ہی نہیں سکتے۔“

”جانے بھی دو۔ ہمارا کیا مقصد ہے زمانہ تم کو بتا دے گا۔“

”میں اپنا کام تم لوگوں سے بہتر ہی کر رہا ہوں۔“

یہ کہہ کر جوالا سنگھ پروفیسر سے الگ ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ

پاگل ہیں۔ وہ چوراہے پر آیا۔ اپنی موٹر سائیکل لی اور ہیڈ کوارٹر واپس آیا۔ سپرنٹنڈنٹ کے پاس جا کر وہ بولا۔ "حضور یہ اشتراکیوں کا کام نہیں مجھے یقین ہو گیا۔"

"مجھے بھی یقین ہے۔ تم نے ان لوگوں پر خوب نگاہ رکھی ہے۔ خیر تمہیں اور کچھ پتہ لگا"

"حضور اور کچھ نہیں۔ مجھے خیال ہوا کہ اس پروفیسر سے مل آؤں۔ اتفاق سے وہ شراب خانے سے نکلتا ہوا ہی مل گیا۔ خیر باتیں تو بہت اور اس سے کوئی خاص نہیں ہوئیں مگر اس سے مل کر مجھے یقین ہو گیا کہ اس کی پارٹی والے لوگوں کا اس میں ہاتھ نہیں۔ یہ کوئی اور ہی شخص ہے۔"

"خیر یہ تو تمہیں یقین ہے کہ دو آدمی گئے تھے۔"

"بالکل حضور۔ مگر اڑا ایک ہی آدمی دوسرا کہیں بچ نکلا۔ یا دوسرا آگے تک آیا ہی نہیں۔"

"اچھا ایک بات اور ہے۔ اس نعش کے قیمے میں ٹین کے ٹکڑے بھی ملے۔ ابھی فون سے اسپتال والوں نے بتایا۔"

"جی ہاں ٹین کے ذروں کا مجھے بھی شبہ ہوا تھا۔"

"نہیں ایک بڑا ٹکڑا بھی ملا جس پر آدھے ادھ کا نشان ہے۔"

"تب تو حضور یقیناً وہی آدمی تھا جو بڑے دل کا پیالہ لئے ہوئے پان والی بڑھیا نے دیکھا تھا۔"

"اب تم آگے کیا کرو گے۔"

"وہ منتظر ہے نہیں ان ہی کی پارٹی میں۔ اس سے ملنا ہو۔ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔"

اس کو مجھ پر چھوڑ دو۔ وہ جن صاحب کے یہاں رہتا ہے۔ ان سے میری ملاقات دیر میں ہو گی تم کچھ اور ذریعے سوچو اور ان پر عمل کرو۔

(۵)

سپرنٹنڈنٹ پولیس برنجائی بیوہ سیٹھانی سنرکھوٹے والا پر بری طرح لٹو تھے سیٹھانی نے منظر کو اپنے گھر میں پناہ دے رکھی تھی اور اس کا ہر طرح خیال کرتی تھی۔ برنجائی کو منظر سے رقابت محسوس ہونا چاہئے تھی مگر ایسا نہ تھا کیونکہ آخر سیٹھانی کی ہر وقت حفاظت کے لئے بھی ایک شخص ضروری تھا اور برنجائی صرف کلب میں ہی اپنے گھر بار سے الگ ہو کر اس سے مل سکتا تھا۔ چنانچہ اس روز کلب میں وہ سیٹھانی کے ساتھ ایک الگ جگہ پر بیٹھ کر یوں باتیں کرنے لگا۔

"اسمبلی کے پاس بم پھٹنے کی خبر تو تم نے سنی ہی ہوگی۔

ہاں تمہاری پولیس نے کچھ پتہ لگایا کہ یہ سب کیسے ہوا؟"

"ہاں میں تم کو یہی بتانے کے لئے یہاں لایا ہوں کہ میرے انسپکٹر کا شبہ تمہارے منظر کی طرف جاتا ہے۔ آخر وہ ملزم رہ چکا ہے؟"

"آئیں منظر۔ وہ تو اب کہیں جا۔ تا بھی نہیں ہے۔ اس کی زندگی تم لوگ ویسے ہی برباد کر چکے ہو۔ بیس برس اس کو جیل میں رکھا۔ اس عرصے میں اس کے خاندان والے سب ختم ہو گئے۔ اس کی محبوبہ لڑکی بھی مر گئی۔ اور اب اگر پھر اس کو پکڑ لو گے تو وہ مر ہی جائے گا۔

"نہیں۔ میں اپنی سے بی کوشش کروں گا کہ اس کو نہ پکڑا جائے۔ محض تمہاری خاطر۔ میرے انسپکٹر نے جب میرے سامنے اس کا نام لیا تو فوراً میں نے کہا کہ اس کو مجھ پر چھوڑ دو یہ سب تمہاری خاطر ورنہ مجھے اس سے کوئی محبت نہیں۔ مگر ہر آفیسر جانتا ہے کہ وہ ملزم ہے۔

اور تم لوگ اس کو دہشت پسندوں میں بھی گنتے ہو۔ کیا حماقت ہے"

"ہاں وہ زیادہ خطرناک تو نہیں سمجھا جاتا"

"اسے خالی عقیدہ ہے انقلاب میں اور کچھ نہیں۔ اصل میں اس کا مزاج ایک ولی اللہ کا مزاج ہے اور سوچو تو کہ اس ولی اللہ کو بیس برس تک جیل میں بند رکھا گیا۔ اُف۔ فوہ میرے تو یہ خیال کر کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور اب جب وہ جیل سے باہر آیا ہے تو اس کا کوئی بھی باقی نہیں رہا ہے۔ اسکے والدین مر چکے۔ جس لڑکی سے وہ محبت کرتا تھا اور شادی کرنے والا تھا وہ بھی مر گئی۔ جو کام اس نے سیکھا تھا وہ بھی بھول گیا۔ وہ اکثر بڑے صبر کے ساتھ یہ سب مجھ سے بیان کرتا ہے اور مجھے اس پر ترس آتا ہے۔ میرے آنسو ٹپ ٹپ بہنے لگتے ہیں۔ مگر پھر وہ یہ بھی کہتا ہے کہ جیل میں اسے سوچنے کا بڑا وقت ملا۔ گر وہ انقلابی ہے تو ہمیں انقلابیوں کی پوجا کرنا چاہئے وہ اب اس قابل بھی نہیں رہا کہ اپنی دیکھ بھال

کرسکے۔ اس کی دیکھ بھال کرنے کے لئے کسی شخص کی ضرورت ہو۔ میں اسی لئے اس کو
اپنے یہاں رکھے ہوں؟

"میں جانتا ہوں کہ وہ نہایت عمدہ انسان ہے اور ایک جھینگے تک کو نہیں مار سکتا"

"اور اس کا فلسفہ کتنا گہرا ہے۔ وہ کتنی سچی باتیں کہتا ہے۔ اگر اس کی باتوں پر
چلا جائے تو دنیا جنت ہو جائے"

"اور تم بھی تو کتنی رحم دل اور نیک اور فیض رساں ہو؟"

"شاید میں کچھ ہوں اسی کی وجہ سے ہوں۔ اگر وہ قید کر لیا گیا تو میں بھی زندہ
نہیں رہ سکتی"

"اگر انسپکٹر نے اس کو پکڑ لیا تو پھر بہت ہی برا ہو گا۔ میں یہی سوچ رہا ہوں
کہ اس کو کس طرح بچاؤں"

غرض سپرنٹنڈنٹ اس رات یہی سوچتا رہا کہ جوالا سنگھ کے پھندے سے منظر
کو کیسے بچائے۔ دوسرے دن صبح کو جب جوالا سنگھ اس کے سامنے آیا تو پہلی بات
جو اس نے کہی وہ یہ تھی "تم نے منظر کو کس طرح اس معاملے سے متعلق کر لیا۔
حضور میرے پاس کافی مواد ثبوت بہم پہنچانے کا ہے۔ منظر کے سے ملزم کو
آزاد پھرنے کا کوئی حق نہیں"

سپرنٹنڈنٹ نے اسے شبہ کی نگاہوں سے دیکھا۔

وہ کہتا گیا "اس کے خلاف ثبوت پیش کرنا کوئی مشکل کام نہیں۔ مجھ پر بھروسہ
رکھیں میں مکمل ثبوت بہم پہنچاؤں گا۔ پبلک کو اس سے کافی نفرت ہے اور اگر
اس کو سامنے لے آیا گیا تو تمام اخبار ہماری کارگزاری کے گیت گائیں گے۔ حضور

مجھ پہ بھروسہ کریں میں سب کام ٹھیک کردوں گا"

سپرنٹنڈنٹ کی سمجھ میں نہ آیا کہ انسپکٹر کے سامنے منظر سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیسے کرے اس لئے وہ خاموش رہا۔ جوالا سنگھ بھی خاموش کھڑا رہا آخر کو سپرنٹنڈنٹ سے نہ رہا گیا اور وہ بولا "میری ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ میں ہوں تو ہر کام کا ذمہ دار مگر کوئی کام میرے ہاتھ میں نہیں۔ تم جو چاہو کرو اور میں اپنی اس پر مہر لگا دوں یہی میرا کام ہے۔ واہ۔ اچھا تم کیا کرنا چاہتے ہو اس معاملے میں صاف بتا دو"

"کیا حضور یہ دریافت فرماتے ہیں کہ منظر کے سلسلے میں فدوی کیا کرے گا؟"

"میں سمجھتا ہوں کہ جب تم اس کمرے میں آئے تو تمہیں منظر کا خیال ہرگز نہ تھا۔"

"حضور بجا فرماتے ہیں۔ منظر کا خیال مجھے آپ کے سوال ہی سے پیدا ہوا"

"میرا مطلب یہ ہو کہ اگر تم کو سچ مچ منظر پر شبہ ہو تو تم نے اس کو اب تک گرفتار کیوں نہیں کر لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تم کو یقین نہیں کہ وہ اس معاملے سے کوئی تعلق رکھتا ہے۔ اگر تم سمجھتے ہو کہ اس کے ذریعہ حقیقت تک پہونچ سکتے ہو تو کیوں اس کو حراست میں نہیں لے لیتے۔"

"تو حضور کا مطلب یہ ہو کہ میں اپنا فرض بجا لانے سے قاصر رہا"

"نہیں میرا یہ مطلب نہیں۔ مجھے خود جاسوسی کا شوق ہے ورنہ میں اس جگہ پر کیوں آتا۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اس شخص پر تم کو بھی پورا شبہ نہیں اور میں اس کو ایک بیکار آدمی سمجھتا ہوں۔" میں پل بھر میں اس سے پل کر پتہ چلا لونگا

اسے کہاں تک اس معاملے سے تعلق ہے۔" جیسے تم اس پروفیسر سے مل کر معلوم کرو آنے کے اسباب اور اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں۔"

"تو حضور اس شخص کو اپنے ہی ہاتھ میں لے لیں۔ میں الگ ہی رہوں گا۔"

"نہیں تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔ اچھا بتاؤ کہ منظر کے خلاف کیا خاص بات تم ثبوت میں پیش کر سکتے ہو۔"

"حضور۔ یہی کافی ہے کہ وہ آدمی جو بم لے کر گئے تھے اور جن کو پان والے نے دیکھا وہ دونوں اسی طرف آئے تھے جدھر منظر رہتا ہے۔"

"کیا منظر نے اپنے پتے کی رپورٹ پولیس میں کی تھی؟"

"جی حضور!"

"اور وہ کیا کرتا رہتا ہے تم کو معلوم ہے؟"

"اپنی جیل خانے کی زندگی کا حال لکھا کرتا ہے۔"

"بس یہی کام کرتا ہے؟"

"اس کے حلقہ کی پولیس کو سب معلوم ہے کہ وہ اور کیا کرتا ہے اور کہاں جاتا ہے۔ یہ سب کچھ ایک منٹ میں معلوم ہو سکتا ہے۔"

"اچھا تم نے وہ رپورٹ منگائی؟"

"جی نہیں حضور۔"

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم کو یقین کامل نہیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ منظر کو ان بم سے کوئی بھی سروکار تھا۔"

"میں کہہ نہیں سکتا حضور۔ فی الحال یہ کہنے کی کوئی ضرورت بھی نہیں ہے۔"

وہ جیل سے چھٹنے کے بعد دہشتی کمیٹی کا ڈیلیگیٹ بنا تھا۔

"ہاں تو یہ اخباروں میں چھپا تھا۔ مگر اس بم سے اس سے کیا مطلب؟"

"حضور! بم کا معاملہ الگ ہے۔ ممکن ہو اسے اس سے کوئی تعلق نہ ہو۔ مگر ہے وہ کسی نہ کسی طرح اس معاملے سے تعلق رکھتا ضرور۔ اور یہ بات ہم کچھ ہی زحمت کے بعد صاف صاف معلوم کر سکیں گے۔"

"تو تم سمجھتے ہو کہ تفتیش اسی سے شروع کی جائے؟"

"جی حضور۔"

"کامل یقین ہے تمہیں؟"

"جی حضور یہی سیدھا اور صحیح راستہ ہے۔"

"مگر اب تک یہ تمہارے ذہن میں کیوں نہیں آیا؟"

"میرے ذہن میں حضور۔"

"میرے کمرے میں آنے سے پہلے تم اس معاملے سے متعلق نہیں خیال کر رہے تھے؟"

"جی حضور تب تو تھا اسی لئے میں نے پولیس اس کے پیچھے نہیں لگائی۔"

"سپرنٹنڈنٹ نے سخت لہجے میں کہا۔ دیکھو۔ مجھ سے یہ چالبازی کی باتیں نہ کرو۔ یہ نہایت ناموزوں ہیں۔ تم اس معاملے کو زیادہ سے زیادہ معمہ بنانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"حضور یہ باتیں جو ہمارے درمیان ہو رہی ہیں یہ غیر سرکاری ہیں؟"

"تم اپنی ہستی کو بھولے جا رہے ہو۔ تمہارا مطلب کیا ہے؟"

"میں کیا عرض کروں حضور۔ میرا مطلب صاف ہے۔ مجھے منتظر پر شبہ ہوتا ہے اگر آپ کی مرضی ہے تو میں ابھی اسے گرفتار کرائے لیتا ہوں۔"

"اچھا۔ تم جاؤ اپنے کمرے میں مجھے سوچنے دو۔ منتظر کو گرفتار نہ کراؤ۔ میں تمہیں ابھی بلاؤں گا۔ جانا نہیں کہیں۔"

(۶)

کوئی دو گھنٹے کے بعد جوالا سنگھ پھر اپنے سپرنٹنڈنٹ کے سامنے کھڑا تھا اور انھوں نے پوچھا " اس دوران میں تم نے کوئی اور بات نکالی "

"ابھی مجھے ایک پتہ معلوم ہوا ہے"

"کیا"

"اسپتال میں اس نعش کے ڈھیر کا جب معائنہ کیا گیا تو حضور یہ کپڑے کا ٹکڑا اتفاق سے ملا جس پر پتہ لکھا ہوا ہے" اور اس نے کپڑے کے ٹکڑے کو سپرنٹنڈنٹ کی میز پر رکھ دیا۔

سپرنٹنڈنٹ نے پتہ پڑھا اور کہا "مگر یہ پتہ اس کے کپڑوں میں کہاں سے آیا۔"

"جو شخص بم سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اس کی قمیص میں یا پتلون میں کہیں یہ ٹکڑا لگا ہوا ہوگا جو کسی وجہ سے جلنے سے بچ گیا۔ جیسے کہ قمیص کا کالر بچ گیا جو میں نے حضور کے سامنے پیش کیا تھا۔

مگر یہ عجیب بات ہے کہ کوئی آدمی اپنا پتہ اپنے کپڑوں میں ٹانکے ہوئے پھرے۔

....

"جی حضور میری ایک دفعہ ایک ہوٹل میں ایک بڈھے صاحب سے ملاقات ہوئی جنھوں نے اپنا پتہ اپنے تمام کپڑوں میں سلوا رکھا تھا۔ وہ چونکہ اسی برس کے

تھے ۔ان کو بیماری یہ تھی کہ وہ کھڑے ہی کھڑے سب کچھ بھول جایا کرتے تھے۔ یا گر پڑا کرتے تھے ۔ اس لئے پتہ اپنے گھر کا کپڑوں میں ٹنکوا لیا تھا کہ جو کوئی ان کو پڑا ہوا پائے وہ انکیں گھر پہونچا دے ۔"

"اچھا جس آدمی کے ٹکڑے ہو گئے وہ بھی ایسا ہی تھا کیا۔

"جی کچھ ایسا ہی ہو گا"۔

"اچھا۔ یہ پتہ نمبر ۳۲ اجمل روڈ کوئی درزی کی دکان تو نہیں ہے۔ درزی لوگ اپنے یہاں سلے ہوئے کپڑوں پر اپنی چیپیاں لگا دیتے ہیں"۔

نہیں حضور۔ یہ درزی کی دوکان نہیں ہے۔ یہ ہے ایک دوکان ہی۔ میں خوب جانتا ہوں مگر درزی کی دوکان نہیں۔ یہ اسٹیشنری کتابوں وغیرہ کی دوکان ہے"

"یہ دوکان کس کی ہے۔کیا ہمارے یہاں اس کا کوئی ریکارڈ ہے

"ہمارے یہاں کوئی ریکارڈ نہیں"

۔مجھ سے پہلے کبھی اس دوکان کے مالک کا کوئی ریکارڈ رکھا گیا ہے"

"بالکل نہیں۔کوئی ضرورت نہیں تھی۔ اس شخص سے ہمارا کوئی کام ہی نہ نکل سکتا تھا۔ میں نے اس شخص کو دیکھا تھا ضرور۔اس پر نگاہ ضرور رکھتا تھا۔ یہ منظر خبدل۔ بردتیسر وغیرہ اس کے یہاں جاتے رہتے تھے۔ مگر اس شخص میں تو کچھ بھی نہیں تھا۔

تو تمہیں اس کا محض ذاتی علم تھا۔سرکاری طور پر تم اس کو بالکل نہیں جانتے تھے"

سرکاری کا غذات کو فضول اس کے واقعات سے بھرنے کی میں نے ضرورت

نہیں کبھی ۔ ہاں مجھے اس کے بابت ایک دفعہ ایک انسپکٹر نے یہ بتایا تھا کہ وہ جاسوس ہے کسی باہر کے ملک کا یہاں اور کسی سفارت خانے سے تعلق رکھتا ہے۔"

"اچھا تو تم اس جاسوس کو کتنے عرصے سے جانتے آئے ہو؟"

"حضور کے یہاں تشریف لانے سے برسوں پہلے سے جانتا ہوں۔"

"کتنے عرصے سے؟"

"حضور ۔ میں نے اس کو سب سے پہلے کوئی سات برس ہوئے جب دیکھا تھا۔ اس روز جب وائسرائے کے خیر مقدم کا جشن ہوا تھا ۔ میں ڈیوٹی پر تھا ۔ انسپکٹر یعقوب جو اب میرٹھ میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ ہیں میرے ساتھ تھے۔ سڑک پر بھیڑ بھاڑ میں میں نے ایک موٹے بھدے سے آدمی کو دیکھا اور مجھے کچھ ہنسی آگئی ۔ میں نے یعقوب سے کہا ۔ یہ عجیب آدمی تم نے دیکھا، وہ بولے، ہاں میں عرصے سے دیکھ رہا ہوں۔ تم نہیں جانتے، میں نے کہا، بالکل نہیں، انھوں نے بتایا کہ وہ جاسوس ہے۔ پھر میں نے بھیڑ میں اس آدمی کو تلاش کرنے کی کوشش کی ۔ مگر وہ ایسا غائب ہو چکا تھا جیسے گدھے کے سر سے سینگ ۔"

"اس کے بعد کبھی اس کو دیکھا؟"

"قریب ایک سال بعد جب میں چیف انسپکٹر ہو گیا تھا تو مجھے پھر ایک موٹا بھدا سا آدمی دکھائی دیا۔ مجھے خیال ہوا کہ میں نے اسے کہیں دیکھا تھا ۔ میں اس وقت چاندنی چوک میں گھڑی والے کی دکان سے نکل رہا تھا اور وہ شخص برآمدے میں فتح پوری کی طرف جا رہا تھا ۔ میں نے اس کا پیچھا کیا۔ راستے میں ایک اپنا سپاہی جو کانشا ص پر مقرر تھا ۔ میں نے سپاہی سے کہا کہ اس شخص کو دیکھو اور اس کے

سب حالات مجھ کو بتائے۔ اب مجھے ڈپٹی یعقوب کی بات یاد آ گئی تھی۔ خیر حضور پاپا ہی نے آ کر اسی دن مجھ کو بتایا کہ اس شخص کا نام ظہیر ہے۔ کچھ ہی دن ہوئے کہ اس نے اپنے مکان کی مالکہ کی لڑکی سے شادی کی ہے۔ اس وقت تک یہ دوکان اس نے نہیں رکھی تھی۔ خیر میں نے اس پر نگاہ رکھی اور ذاتی طور پر اس کے سب حالات معلوم کرتا رہا۔

"مگر یہ سب تم ریکارڈ پر کیوں نہیں لائے؟"

"حضور کوئی بات ایسی ہوئی ہی نہیں جس سے اس پر شبہ ہوتا اور اس کے معاملات ریکارڈ پر آتے"

"کبھی اس کی دوکان پر بھی تم گئے؟"

"جی بہت دفعہ گیا اور خواہ مخواہ کچھ خرید لایا۔ ایک دن اس سے بات چیت ہونے لگی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں نے اسے پہلے کہاں دیکھا ہے۔ میں نے اسے یہ بھی بتایا کہ میں کون ہوں۔ مگر اس پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اس نے بتایا کہ وہ اب شادی کر کے دوکان سے روٹی کماتا ہے اور دنیا کی کسی چیز سے اسے غرض نہیں۔ اس کے باہر پارسل آیا کرتے تھے باہر سے میں نے یہ بھی چاہا کہ ان پارسلوں کو کسی دن کھلوا لوں۔ مگر ظہیر نے وعدہ کیا کہ وہ کبھی کسی ایسی بات کے پاس تک بھی نہیں دکھلائی دے گا جو انقلابیوں سے متعلق ہو"

"اس کے پارسلوں میں نہ معلوم کیا ہوتا ہو"

"بس کتابیں وغیرہ ہوتی تھیں حضور۔ اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ وہ آدمی اتنا کاہل اور سست ہو جیسے کسی رئیس صاحب کا پیارا کتا۔ میں نے اس کی کوئی وقعت نہ کی

(۷)

کچھ دیر اپنے دفتر میں بیٹھے رہنے کے بعد سپرنٹنڈنٹ پراگجی اپنے انسپکٹر جنرل کے دفتر میں آیا۔ یہ انسپکٹر جنرل الفلرڈ نامی انگریز تھا پراگجی اس کے سامنے بیٹھا ہی تھا کہ اس نے کہا "یہ تمہاری کیے کیا معاملے ہو رہے ہیں۔ کیا بہت سے ایسے واقعے ہوں گے۔ اب۔ یا ان کو روکا جائے گا؟"

"جناب اب تک تفتیش ہو رہی ہے۔ دیکھئے ...."

"میں اس معاملے کے واقعات نہیں جاننا چاہتا۔ میرے پاس بالکل وقت نہیں"

"خیر۔ آگے کوئی ایسا واقعہ نہ ہو سکے گا۔ میں ایسا انتظام کردوں گا"

انسپکٹر جنرل مسکرا کر بولا "اسی کمرے میں کوئی ایک مہینہ قبل تم یہ کہہ گئے تھے کہ ایسے کوئی واقعے کے ہونے کا امکان ہی نہیں تھا"

"ہم یقین کے ساتھ تو کوئی بات کہہ ہی نہیں سکتے۔ مگر یہ اتفاق ہی ہے"

انسپکٹر جنرل نے ناک چڑھائی اور بولا۔ "تم ابھی نئے آدمی ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ جوالا سنگھ بہت ہی تجربہ کار آدمی ہے۔"

"میں ان سے کوئی نہ کوئی بات روز سیکھتا ہوں۔"

"ہاں کچھ عرصے میں تم سیکھ جاؤ گے سب کچھ۔"

"آج میں نے حضور ایک نئی بات سیکھی۔ یہ بم والا معاملہ جو ہے اس سے انقلابیوں سے کوئی سروکار نہیں معلوم ہوتا۔ اس معاملے میں کوئی اور ہی راز ہے۔"

"ممکن ہے کہ یہ یہاں والوں کا کام نہ ہو کوئی باہر ملک سے آیا ہو۔"

"یہی بات معلوم ہوتی ہے۔ یہی نتیجہ نکلا آخر میں۔"

"اب تک تو تم لوگوں نے کچھ بھی معلوم نہیں کیا۔ میری رائے تو یہ ہو کہ ان انقلابیوں کو سخت سزا دے دینا چاہئے پھر دیکھا جائے گا۔"

"میری رائے یہ ہو کہ باہر کے کچھ جاسوس یہاں ہیں۔ ہمارے آدمیوں سے ملے ہیں اور اپنی حکومتوں سے بھی۔ ایسے آدمیوں کو بالکل ختم کر دینا چاہئے۔"

"تمہارا مطلب کیا ہے۔ صاف کہو۔"

مطلب یہ۔ انسپکٹر جوالا سنگھ ان جاسوسوں کو بے ضرر سمجھتے ہیں۔ میں ان ہی کو گناہ گار سمجھتا ہوں۔ اگر اس کام کو جوالا سنگھ کے ہاتھ سے لے کر کسی اور کو سپرد کر دیا جائے تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔"

"جوالا سنگھ تم سے زیادہ تجربہ کار ہے۔"

بجا فرمایا آپ نے۔ میں نے ان سے بہت کچھ سیکھا ہے مگر وہ ان جاسوسوں سے ملے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ میں ان سے اپنا مطلب نکالتا ہوں۔ وہ پرانے تجربہ کار

آدمی ہیں۔ مگر یہ جاسوسوں کو بچانا ان کے لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

"تم کو ان انقلابیوں سے شاید ہمدردی ہے؟"

"ہرگز نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ غیر ممالک کے ملازمین جو یہاں جاسوسی کرتے ہیں اُن سے ملے رہنا ہمارے کام میں رخنہ انداز ہوتا ہے۔"

"ہاں ممکن ہے۔ مگر۔۔۔" اور وہ خاموش رہا۔

سپرنٹنڈنٹ کہتا گیا۔ "اسی قسم کے جاسوس زیادہ تشدد پسند ہو سکتے ہیں بہ نسبت یہاں والے اشتراکیوں کے۔ اب دیکھئے جوالا سنگھ نے کہا تھا کہ سب انقلابی ان کے قابو میں ہیں۔ مگر یہ واقعہ ہو گیا۔ انقلابیوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں۔ جاسوس نے کہا ہے مجھے یقین ہوتا ہے۔"

"معاملہ دہشت ناک ہے۔"

"یہ معاملہ کسی فرد کا کیا ہوا نہیں ہے۔ اس میں کوئی پوری جماعت کام کر رہی ہے۔ دیکھئے جس شخص نے یہ حرکت کی اس کو کئی آدمی لے کر مقام واردات پر لائے اور پھر اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ آدمی اتفاق ہی سے اڑ گیا۔ کوئی حادثہ ایسا ہوا کہ وہ بم پھٹ گیا اور وہ آدمی بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور اتفاق سے اس کا پتہ جو اس کے کپڑوں میں سیا ہوا تھا وہ بھی مل گیا۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ جوالا سنگھ اس پتے پر جائیں اور یہیں سے تفتیش شروع کریں۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس پتہ پر جو آدمی رہتا ہے وہ سست کتا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا ہے۔"

"تو تم اس معاملے کو جوالا سنگھ ہی پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے۔"

"جوالا سنگھ بہت تجربے کار آدمی ہیں اس میں کوئی شک نہیں مگر یہ پرانے

آدمی کچھ باتوں پر بغیر سمجھے بوجھے یقین کرلیتے ہیں اور اسی لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں جوالانگھ چاہتے ہیں کہ کسی مشہور انقلابی کے سر پر سب الزام تھوپ دیا جائے۔"

"اچھا۔ وہ یہ چاہتا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں ان پر یہ الزام نہیں دھرتا۔ وہ نہایت ہی اچھے ہیں اپنے کام میں۔ مگر مجھے ان سے زیادہ اختیارات ملنے چاہئیں۔ میں اس شخص ظہیر کو کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتا۔ مگر وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔"

"اچھا تو میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم جو چاہو کرو۔ اچھا۔ میں اس وقت مصروف ہوں پھر آنا۔"

سپرنٹنڈنٹ اپنے دفتر میں واپس آیا اور آتے ہی اس نے پوچھا۔ "جوالانگھ ابھی گئے یا نہیں؟"

"ان کو گئے ایک گھنٹہ ہوا سرکار"، ایک کانسٹبل نے کہا۔

سپرنٹنڈنٹ اپنے کام میں لگا رہا۔ مگر اس رات کو جب سب طرف اندھیارا چھا گیا تو وہ اکیلا ظہیر کے گھر کی تلاش میں نکلا۔ پتہ اس کے پاس تھا اور آخرکار وہ ظہیر کی دوکان پر پہونچ گیا جس میں نہایت دھیمی بجلی جل رہی تھی۔ اس نے ارادہ کیا کہ اس دوکان میں جائے۔ مگر وہ اندر جانے ہی والا تھا کہ ایک عورت دروازے بند کرنے کو آئی اور بولی۔ "دوکان اب بند ہوگئی۔ جو کچھ لینا ہے کل ملے گا۔"

آدمی ہیں۔ مگر یہ جاسوسوں کو بچانا ان کے لئے مناسب نہیں معلوم ہوتا،،

،،تم کو ان انقلابیوں سے شاید ہمدردی ہے؟

،،ہرگز نہیں ۔ یہ ممکن ہی نہیں ۔ میرا مقصد یہ ہے کہ یہ غیر ممالک کے ملازمین جو یہاں جاسوسی کرتے ہیں اُن سے ملے رہنا ہمارے کام میں رخنہ انداز ہوتا ہے،،

،،ہاں ممکن ہے ۔ مگر۔۔۔،، اور وہ خاموش رہا۔

سپرنٹنڈنٹ کہتا گیا۔،،اسی قسم کے جاسوس زیادہ تشدد پسند ہوسکتے ہیں بہ نسبت یہاں والے اشتراکیوں کے ۔ اب دیکھئے جوالا سنگھ نے کہا تھا کہ سب انقلابی ان کے قابو میں ہیں ۔ مگر یہ واقعہ ہوگیا۔ انقلابیوں کو اس سے کوئی سروکار نہیں ۔ جاسوس نے کہا ہے مجھے یقین ہوتا ہے؟

،،معاملہ دہشت ناک ہے؟

،،یہ معاملہ کسی فرد کا کیا ہوا نہیں ہے ۔ اس میں کوئی پوری جماعت کام کر رہی ہے دیکھئے جس شخص نے یہ حرکت کی اس کو کئی آدمی لے کر مقام واردات پر لائے اور پھر اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ یہ آدمی اتفاق ہی سے اڑ گیا۔ کوئی حادثہ ایسا ہوا کہ وہ بم پھٹ گیا اور وہ آدمی بھی ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا اور اتفاق سے اس کا پتہ جو اس کے کپڑوں میں سیا ہوا تھا وہ بھی مل گیا۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ جوالا سنگھ اس پتے پر جائیں اور وہیں سے تفتیش شروع کریں ۔ ان کی رائے یہ ہے کہ اس پتہ پر جو آدمی رہتا ہے وہ سست کتا ہے اور کچھ نہیں کر سکتا ہو؟

،،تو تم اس معاملے کو جوالا سنگھ ہی پر کیوں نہیں چھوڑ دیتے ؟

،،جوالا سنگھ بہت تجربے کار آدمی ہیں اس میں کوئی شک نہیں مگر یہ پرانے

آدمی کچھ باتوں پر بغیر سمجھے بوجھے یقین کر لیتے ہیں اور اسی لکیر کے فقیر بن جاتے ہیں جوالانگھ چاہتے ہیں کہ کسی مشہور انقلابی کے سر یہ سب الزام تھوپ دیا جائے۔"

"اچھا۔ وہ یہ چاہتا ہے۔"

"جی ہاں۔ میں اُن پر یہ الزام نہیں دھرتا۔ وہ نہایت ہی اچھے ہیں اپنے کام میں۔ مگر مجھے اُن سے زیادہ اختیارات ملنے چاہئیں۔ میں اس شخص ظہیر کو کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتا۔ مگر وہ اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔"

"اچھا تو میں تم کو اختیار دیتا ہوں کہ تم جو چاہو کرو۔ اچھا۔ میں اس وقت مصروف ہوں پھر آنا۔"

سپرنٹنڈنٹ اپنے دفتر میں واپس آیا اور آتے ہی اُس نے پوچھا۔ "جوالانگھ ابھی گئے یا نہیں؟"

"ان کو گئے ایک گھنٹہ ہوا سرکار،" ایک کانسٹبل نے کہا۔

سپرنٹنڈنٹ اپنے کام میں لگا رہا۔ مگر اس رات کو جب سب طرف اندھیارا چھا گیا تو وہ اکیلا ظہیر کے گھر کی تلاش میں نکلا۔ پتہ اس کے پاس تھا اور آخر کار وہ ظہیر کی دوکان پر پہونچ گیا جس میں نہایت دھیمی بجلی جل رہی تھی۔ اُس نے ارادہ کیا کہ اس دوکان میں جائے۔ مگر وہ اندر جانے ہی والا تھا کہ ایک عورت دروازے بند کرنے کو آئی اور بولی۔ "دوکان اب بند ہوگئی۔ جو کچھ لینا ہے کل ملے گا۔"

(۸)

"جس دن سے تم بھوندو کو منتظر کے یہاں چھوڑ آئے ہو مجھے بالکل اچھا نہیں لگ رہا ہے" سلیمہ نے اپنے شوہر ظہیر سے کہا۔

"اف وہ۔ کتنی دفعہ تم کو سمجھا چکا ہوں کہ اس کی بھلائی کے ہی لئے میں نے اسے وہاں چھوڑا ہے"

"اور پھر تم دن بھر غائب رہتے ہو"

"میں انہی کے پاس دیکھنے جاتا ہوں کہ وہ ڈاکٹر اس کا علاج کیسے کر رہا ہے"

"اچھا علاج ہے جو ہر وقت ہوتا ہے اور مہینہ بھر تک ہوتا رہے گا"

"تم کو سمجھا دیا کہ یہ دماغ کا علاج ہے۔ ایک ہی ڈاکٹر اس کا ہے دنیا بھر میں۔ وہی جرمن ڈاکٹر۔ اسے مسز کھوسلے نے اپنے یہاں بلا لیا ہے تاکہ منتظر کا بھی

علاج کرے۔ اور پھر میں تم سے کتنی بار کہہ چکا ہوں کہ ڈاکٹر نے کہا کہ بھوندو کا بہت ہی دلچسپ کیس ہے اور اسے نہیں چھوڑا۔ ہر وقت ڈاکٹر اس کی ہر حرکت کو ہر بات کو نوٹ کرتا ہے اور اسے بڑی امید ہے کہ بھوندو بالکل ٹھیک ہو جائے گا اور بڑا ہونہار نکلے گا۔"

"مجھے رہ رہ کر یہی خیال آتا ہے کہ کہیں وہ لڑکا گھر سے باہر نہ بھاگ جائے اور کھو جائے؟"

"یہ کیسے ممکن ہے مسٹر کھوٹے کا گھر محل ہے عالی شان ہر طرف اونچی چار دیواری پھاٹکوں پر سپاہی کھڑے ہوئے۔ پھر ڈاکٹر کو اتنی زیادہ دلچسپی ہے کہ ایک سکنڈ کے لئے بھوندو کو اپنی نگاہ سے اوجھل ہونے نہیں دیتا۔"

"اچھا تو تم مجھے وہاں لے چلو۔"

"تم کو وہاں۔ بھلا تم اس قابل ہو کہ مسٹر کھوٹے سے برابری کے درجہ پر ملو۔ کیا بات کرتی ہو آخر الجھن کاہے کی ہے۔"

"تو کیا دن بھر تم وہیں رہے آج؟"

"زیادہ وقت وہیں رہا۔ ڈاکٹر کی رائے ہے کہ میں زیادہ نہ آؤں تو بہتر ہے کیونکہ بھوندو مجھ سے ڈرتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ اس کی بہن آئیں تو وہ بولا نا نا وہ اس سے بہت محبت کرتی ہو گی۔ اسی کی وجہ سے دماغ بگڑا ہے اس کا بہن کو دوران علاج میں بالکل نہ لانا۔"

"بڑا سخت ہو گا۔ ارے میں نے بھوندو کو پیدائش سے پالا۔ اماں اسی کے پیدا ہونے میں مرگئیں۔ اور میری قسمت کا توخدا نے کوئی بچہ ہی نہیں دیکھا۔ وہ

ہی میرا بچہ ہے" اور سلیمہ رونے لگی ؟

"لا حول ولا قوۃ ۔ تم بھی عجیب عورت ہو ۔ آخر رونے کی کیا ضرورت ہے"

سلیمہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "اچھا باقی وقت تم کہاں رہے ۔ جواب رات کو آئے ہو"

"میں بینک بھی گیا تھا روپیہ نکالنے"

"کیوں ؟"

ہمیں ایک مہینے کے لئے بمبئی چلنا ہوگا"

"اور بھوندو یہیں رہے گا"

"ارے وہ تو آرام سے ہے پورے ایک مہینے کے لئے ۔ یہ تو بہت اچھا ہوا ۔ ان کالے جانا بڑی زحمت تھی ۔ جب تک ہم واپس آئیں گے وہ بالکل ٹھیک ہو چکا ہوگا"

"مگر ضرورت کیا ہے جانے کی"

"تم دیکھ ہی رہی ہو کہ دوکان میں کتنا کم مال بکتا ہے ۔ بسر کیسے ہوگی ۔ اور ڈاکٹر بھوندو کے علاج کا جو کچھ مانگے گا وہ دینا ہوگا ۔ بمبئی میں کچھ سامان ہے جو سستا لے کر یہاں روانہ کر دیا جائے گا مختلف دوکانداروں کو ۔ سو کے دو دو سو بن جائیں گے ۔ کافی روپیہ ایک مہینے میں ہی وصول ہو جائے گا ۔ پھر ہم واپس ہو جائیں گے ۔ بھوندو بھی ٹھیک ہو چکا ہوگا"

"اسی وقت دیوار پر گھنٹی بجی ظہیر چونک پڑا اور بولا ۔ دیکھو تو کون آیا ہے جس نے گھنٹی بجائی ۔ کوئی ایسا ویسا آدمی ہو تو کہہ دینا نہیں ہیں گھر میں"

سلیمہ پردہ کرتی تھی مگر آنے جانے والے لوگوں سے دروازے کی آڑ میں کھڑے ہوکر باتیں کر لیا کرتی تھی۔ اس نے دروازے کے ایک پٹ میں ایک سوراخ کر لیا تھا جس میں سے جھانک کر وہ آنے والے کو دیکھ بھی لیا کرتی تھی۔ چنانچہ دروازے پر آئی اور اس نے ایک دبلے پتلے آدمی کو دیکھا۔

"کون ہیں آپ کیا کام ہے" اُس نے کہا۔

"مجھے ظہیر نے اسی وقت بلایا تھا۔ دوکان کے بارے میں وہ ہیں کہ نہیں؟"

سلیمہ دروازہ سے بغیر کوئی جواب دیئے ہٹ آئی ظہیر نے دروازے کے پاس آکر سوراخ میں سے جھانکا اور فوراً باہر آکر کہا "اچھا تم آگئے؟"

"ہاں وتنا دیر تیار ہے۔ یعنی تم چل کر وکیل کے سامنے دستخط کر دو۔"

"اچھا چلو"

دونوں دوکان کے باہر چلے گئے سلیمہ اندر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

کوئی پون گھنٹے بعد پھر گھنٹی بجی سلیمہ پھر دروازے پر آئی۔ اب کی اس کو ایک ایسا آدمی دکھائی دیا جس کو اس نے کئی مرتبہ پہلے آتے دیکھا تھا اور جس کو ظہیر نے پولیس کا انسپکٹر بتایا تھا۔ یہ شخص انسپکٹر جوالا سنگھ تھا۔ دوکان کی بجلی کے نیچے وہ اس طرح کھڑا تھا جیسے کہ کوئی دھوکا جانے آیا ہو۔

"جی کیا کام ہے وہ ہیں نہیں" سلیمہ نے کہا۔

"میں ان کا انتظار کروں گا۔ کچھ کہہ گئے ہیں کب تک آئیں گے"

"ابھی ایک صاحب کے ساتھ ایک دم چلے گئے، کچھ کہا نہ سنا"

"خیر اگر آپ نامناسب نہ سمجھیں تو میں آپ ہی سے ایک چیز معلوم کرنا چاہتا تھا"

ہوں؟

"میں کچھ نہیں جانتی میں آپ کو کیا بتا سکوں گی؟"

"شاید آپ جانتی نہ ہوں کہ میں پولیس کا آدمی ہوں؟"

"مجھے باہر کے کوئی کام سے مطلب نہیں اور میں پڑھی لکھی بھی نہیں؟"

"میں بجوالا سنگھ ہوں۔ انسپکٹر پولیس۔

"مجھے یہ سب بتانے سے آپ کو کیا فائدہ؟"

"خیر آپ کے شوہر صاحب کوئی پون گھنٹہ ہوا گئے اور یہ نہیں بتا گئے کہ کب آئیں گے واپس؟"

"وہ اکیلے نہیں گئے؟"

کوئی دوست آکر لے گیا اپنے ساتھ؟"

"دوست نہیں ایک نیا آدمی تھا۔

"خیر وہ واپس آئیں گے ابھی میں منتظر رہوں گا۔ یا ان کو زیادہ دیر لگ جائے تو آپ ہی مہربانی کر کے مجھے ایک بات بتا دیں؟"

"مجھے ان کی کوئی بات نہیں معلوم؟"

"نہایت عام بات ہے آپ کو ضرور معلوم ہوگی؟"

"کیا بات ہے بتائیے؟"

"آپ نے اسمبلی کے قریب بم پھٹنے کا واقعہ تو سنا ہی ہوگا؟"

"کیا واقعہ۔ کیسا بم۔ میں گھر کی بیٹھنے والی میں نے کچھ نہیں سنا۔

"آپ کے شوہر نے بھی آپ سے کچھ نہیں بتایا۔

"کچھ نہیں"

"اچھا دیکھئے میرے پاس ایک کپڑے کا ٹکڑا ہے جس پر آپ کے گھر کا پتہ لکھا ہوا ہے۔"

"ہم کپڑوں پر پتہ نہیں لکھواتے۔"

"آپ کی دوکان میں کپڑوں پر لکھی ہوئی سیاہی تو بہت کافی ہے۔" اس نے سیاہی کی دواتوں کی طرف دیکھا اور ایک دوات اٹھا کر اس کا رنگ بجلی کی روشنی میں دوات ہلا کر دیکھنے لگا اور یہ کہہ کر بولا "دیکھئے جیسی سیاہی دوات میں ہے ویسی ہی سیاہی سے اس کپڑے کے ٹکڑے پر لکھا ہے۔"

"تو یہ آپ کو یہ ٹکڑا ملا کہاں سے"

"یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک قمیض میں سلا تھا اس قمیض کے ٹکڑے مجھے ملے۔"

"اچھا وہ قمیض میرے بھائی کی ہوگی۔ قمیض میں ہمارا پتہ رکھا ہوا تھا کہ اگر وہ بھول جائے تو کوئی اس کو پہونچا دے۔"

"آپ کا وہ بھائی کہاں ہے؟ کیا میں اسے دیکھ سکتا ہوں۔"

"وہ یہاں نہیں ہے۔ ایک عزیز کے گھر گیا ہوا ہے کئی دن سے۔"

"آپ کے وہ عزیز کہاں رہتے ہیں۔"

"مجھے نہیں معلوم۔"

"ان کا نام کیا ہے؟"

"منظر نام ہے۔"

"وہی تو نہیں جو مسٹر کھوٹے کے یہاں رہتے ہیں۔"

"جی دیدی"

"اور آپ کا بھائی کیسا ہے۔ تندرست۔ سیاہ رنگ؟"

"نہیں نہیں۔ میرا بھائی دبلا پتلا ہے اور گورا ہے۔"

"آپ کے ساتھ کب سے ہے وہ؟"

"پیدائش سے میرے پاس ہے۔ اس کی پیدائش میں میری ماں مر گئی اور اسے میں نے ہی پالا۔ میرے نام کی تو خدا نے اولاد ہی نہیں لکھی۔ وہ ہی میرا بچہ ہے۔"

"کیا آپ کا بھائی جلد باز ہے؟"

"اس کا داغ ٹھیک نہیں۔ منظر کے یہاں وہ علاج ہی کے لیے بھیجا گیا ہے۔ وہاں ایک ڈاکٹر ہے جو داغ کا علاج کرتا ہے" ؟

"آپ کا بھائی کیسی قمیض گھر سے پہن کر گیا تھا؟"

"موٹی پٹریوں دار جیسے کپڑے کی سوتے وقت پہننے کی قمیض ہوتی نہیں ہے۔ مگر اس کی قمیض کھوئی کیسے اور آپ کو ٹکڑے ٹکڑے ہوئی ملی کہاں؟"

"اچھا آپ اس کپڑے کو دیکھئے۔ آپ اسے پہچانتی ہیں؟"

"جوالا سنگھ دروازے کے پاس آیا اور ہاتھ بڑھا کر کپڑے کا ٹکڑا دینے لگا۔ سلیمہ نے ہاتھ بڑھا کر ٹکڑے کو لے لیا۔"

تھوڑی دیر کے بعد وہ بولی "ہاں یہ کپڑا میرے بھائی کی قمیض میں لگا ہوا تھا"

"آپ کے بھائی منظر کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ ان کے ساتھ باہر ٹہلنے بھی جاتے ہوں گے؟"

"جی نہیں میرے شوہر کہتے ہیں کہ ڈاکٹر میرے بھائی کو گھر سے نکلنے ہی نہیں

دتیا"

"خیر۔ یہ بم پھٹنے کی خبر جو شہر بھر میں مشہور ہے آپ نے نہیں سنی بڑے تعجب کی بات ہے؟"

سلیمہ خاموش رہی۔ اتنے میں ظہیر بھی آ گیا اور جوالا سنگھ کو دروازے کے پاس کھڑا دیکھ کر لڑکھڑا گیا اور بولا۔ "آپ! یہاں! کوئی خاص کام ہے؟"

"ہاں مجھے آپ سے ایک بڑی ضروری بات کرنا ہے؟"

"اچھا تو آیئے بیٹھ جایئے۔ بھئی سلیمہ چائے بھیجنا انسپکٹر صاحب کے لئے"

"چائے وائے کی ضرورت نہیں مجھے بہت جلدی ہے۔ میں تم سے ایک بات کہنے آیا ہوں۔ وہ یہ کہ اسمبلی پر بم پھٹنے کا واقعہ تم سے متعلق معلوم ہوتا ہے؟"

"مجھ سے کیونکر؟"

"دیکھو تم یہ پہچانتے ہو؟" اور اس نے کپڑے کا ٹکڑا ظہیر کے ہاتھ میں دیا۔

"کیوں اس سے آپ کا مطلب؟"

"تمہاری بیوی نے ابھی بتایا کہ یہ تمہارے سالے کی قمیض میں ٹکا ہوا تھا"

دروازے کے پیچھے سے سلیمہ بولی "یہ تو میرے بھتوندو کی قمیض ہی، والا کمرہ!"

"ارے تم دروازے کے پیچھے کیا کر رہی ہو۔ جاؤ۔ کھانے کا سامان کرو۔ میں ابھی آتا ہوں اندر؟"

سلیمہ نے دروازے کا پٹ جو تھوڑا کھلا ہوا تھا بند کر لیا۔ مگر دروازے کے پاس سے نہیں گئی بلکہ سوراخ پر کان لگائے کھڑی رہی۔

"سنو" انسپکٹر نے کہا "مجھ سے تم کو کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں میں تم کو پکڑ نے

نہیں آیا ہوں۔ تمہاری مدد کرنے آیا ہوں تاکہ تم بھاگ جاؤ جہاں ہمارے سپرنٹنڈنٹ صاحب تمہاری گرد کو بھی نہ پا سکیں۔"

"میں آپ کی بات بالکل نہیں سمجھ رہا ہوں۔"

"دیکھو اس وقت مجھے سب پتہ چل گیا کہ اس بم والے واقعہ میں تم شریک تھے۔ جہاں وہ انفجار ہوا ہو وہاں دو آدمی جاتے دکھائی دیئے تھے۔ ایک تو تمہارا سالا تھا اور دوسرا شاید منظر تھا جس کے یہاں تم اس کو چھوڑ آئے تھے۔ کیوں تم منظر ہی"

"میں پھر کہتا ہوں کہ آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے۔"

"تم ڈرو نہیں۔ میں سچ سچ تمہاری مدد کرنے کے لئے آیا ہوں۔ میرے سپرنٹنڈنٹ نے اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ آئی جی کا حکم آگیا ہے کہ میں اس معاملے میں کچھ نہ کروں۔ سپرنٹنڈنٹ تم کو گرفتار کرنے کے لئے آرڈر بھیجنے ہی والے ہیں۔ بس تمہارے لئے اس رات بھر کا وقت ہے۔ ان کو تم ایسے جاسوسوں سے نفرت ہے اور وہ تم کو نہ چھوڑیں گے۔ مگر تم میرے مددگار رہے اور میں سپرنٹنڈنٹ کو زک دینا چاہتا ہوں اس لئے تم سے کہتا ہوں کہ تم فوراً فرار ہو جاؤ سمجھے۔"

"میں تو بالکل بے قصور ہوں۔"

"یہ تو ثابت ہو گیا کہ جو شخص بم سے اڑا وہ تمہارا سالا تھا۔"

اسی بات پر دروازے کے ادھر سے ایک چیخ کی آواز آئی۔ ظہیر بولا "ارے وہ ادھر کھڑی سن رہی تھی۔" اور دوڑ کر اندر آیا۔ اس کی بیوی زمین پر گر پڑی تھی اور چلا رہی تھی "ہائے میرا بھونندو۔ یہ کیا کیا۔ ہائے۔"

"اسے کچھ نہیں ہوا ہے۔ بھونندو اچھا ہے۔ ہم لوگ اور معاملے کی باتیں کر رہے

ہیں؟

ظہیر نے سلیمہ کو گود میں اٹھایا اور لے جا کر اندر کے کمرہ میں پلنگ پر لٹا دیا۔ وہ تو ڈر اگئی تھی۔ ظہیر نے کہا،، تم بھی کیا کا کیا سمجھ لیتی ہو۔ تم صبر کرو میں ابھی ابھی جا کر بھونرو کو لئے آتا ہوں۔ کوئی بات بھی۔ تب تم کو یقین آئے گا کہ اس کے بابت کوئی بات نہیں؟

اور وہ لپک کر دکان میں انسپکٹر کے پاس آیا۔

انسپکٹر نے کہا،، اب تم کو آگے کچھ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے مجھ سے،،

ظہیر کے ماتھے پر پسینہ آگیا تھا اور وہ سخت لہجے میں بولا،، میں کچھ نہیں چھپا تا میں گیا تھا خود اس لڑکے کے ساتھ،،

،، تم خود،،

،، میں خود۔ میں ظہیر۔ مجھے پکڑ لے چلو ابھی میں ملزم ہوں،،

،، اپنے تئیں سنبھالو۔ میں اس وقت یہاں انسپکٹر کی حیثیت سے نہیں آیا ہوں۔ میں تمہارے دوست کی حیثیت سے آیا ہوں۔ میں تم کو نہیں پکڑوں گا۔ میں تم کو سپرنٹنڈنٹ کے پنجے سے نجات دلانے آیا ہوں۔ سمجھو میری بات کو۔ اور فوراً کہیں غائب ہو جاؤ۔ ان کے باپ کو بھی پتہ نہ چلے گا کہ تم کہاں ہو۔ مجھے اب سب کچھ معلوم ہو گیا۔ مگر ان کو یا کسی کو کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکے گا؛

،، میں جانے کی تیاری ہی کر رہا ہوں۔ یہ دوکان بیچ کر ابھی آرہا ہوں،،

،، خیر میں بھی جاتا ہوں۔ صبح کو تم نہ ہو،،

انسپکٹر جانے لگا مگر رک کر بولا،، ایک بات اور مجھے بتا دو۔ یہ کہ تم کیسے بچ گئے،،

"راز داں"

"میں نے اس لڑکے کو بم لے کر بھیجا کہ اسمبلی کے برآمدے میں جا کر رکھ آئے۔ بم بیس منٹ پر لگا ہوا تھا۔ مجھے یقین تھا اتنی دیر میں وہ رکھ کر مجھ تک واپس آجائیگا مگر کوئی پانچ ہی منٹ کے بعد دھماکا ہوا اور میں پریشان ہو کر بھاگا۔"

"تو تمہارے خیال میں ہوا کیا؟"

"معلوم ہوتا ہے کہ لڑکا پکڑے لیا گیا اور بم پھٹ گیا۔"

"اچھا میں جاتا ہوں۔ فوراً فرار ہو جاؤ۔ بالکل غائب ہو جاؤ۔"

(۹)

ظہیر گھر کے اندر آیا۔ سلیمہ بے حال تھی۔ اس کو سمجھاتا رہا۔ ظہیر کی باتوں سے سلیمہ کو بہت کچھ تسکین ہوئی۔ دونوں نے کھانا کھایا اور سونے لیٹے۔ سلیمہ کو نیند جلد ہی آجاتی تھی اور وہ سو گئی۔ ظہیر کو باوجود موٹاپے کے نیند کم آتی تھی اور آج تو وہ اس قدر پریشان تھا کہ آنکھ جھپکتی تو گھبرا کر کھول دیتا۔

اپنے بستر پر لیٹا ہوا وہ سوچتا رہا۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہ تھا کہ بھوندو بھسے اُڑ جائے۔ بم سے کر خود جانا اس کے لئے دشوار تھا۔ اس لئے اس نے بھوندو کو اس کام کے لیے منتخب کیا تھا۔ مگر بم جس منٹ پر لگا ہوا تھا۔ پانچ منٹ کے اندر ہی کیسے پھٹ گیا۔ خیر جو ہوا سو ہوا مگر اب سخت مشکل یہ ہے کہ سلیمہ کو کیسے سمجھایا جائے۔ یہ جوالا سنگھ بھی نہایت بدتمیز آدمی تھا کہ سب باتیں کھول گیا۔ خیر سلیمہ بھولی بھالی ہے اس کو سمجھا ہی لیا گیا۔ مگر کب تک

یوں ہی سوچتے سوچتے شاید اس کی آنکھ لگ گئی۔ کچھ دیر کے بعد سلیمہ کی آنکھ کھلی اس نے سنا کہ ظہیر کہہ رہا ہے "میرا ہرگز۔ یہ مطلب نہیں تھا کہ اس لڑکے کو کوئی نقصان پہونچے۔ خدا غارت کرے ان منافرت پھیلانے والوں کو"

سلیمہ چونکنا ہوئی اور زور سے بولی "آئیں تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو۔ یہ کیا کہہ رہے ہو؟"

"ظہیر کچھ نہ بولا۔

سلیمہ نے اٹھ کر اس کو جھنجھوڑا اور کہا "یہ کیا بک رہے تھے سوتے میں؟"

ظہیر نے آنکھیں کھولیں اور کہا "یہ حرامزادہ جوالا سنگھ یہ تم کو پریشان کر گیا کم بخت۔ وہ جانور ہے۔ بغیر سوچے سمجھے جو چاہتا ہے اڑا تا پھرتا ہے"

"تو جو کچھ اُس نے کہا جھوٹ ہے؟"

"تم میرے پاس لیٹ جاؤ" اور جب وہ لیٹ گئی تو اس نے کہا "کیا بتاؤں پیاری سلیمہ۔ کیا غلطی ہوئی۔ میں تم کو کتنا چاہتا ہوں۔ میرا ہرگز۔ یہ مقصد نہیں تھا کہ اس لڑکے کو کوئی نقصان پہونچے"

"ابھی تم سوتے میں کہہ رہے تھے۔ صاف بتاؤ کیا معاملہ ہے میرا دم گھبراتا ہے"

"خیر جو ہونا تھا وہ ہوا۔ اب آگے دیکھو کیا ہوتا ہے۔ مجھے پولیس پکڑ لے جائیگی میں سوچ رہا ہوں کہ تمہارا کیا ہوگا۔ تم کیا کرو گی؟"

"ارے تو بات تو بتاؤ۔ کیا سچ مچ میرا بھوندو۔ ہائے ہائے" اور وہ رونے لگی۔

"یہ رونا دھونا بیکار ہے۔ میں اب بھاگوں گا نہیں۔ سپرنٹنڈنٹ یہاں آئے گا

میں اپنے تئیں اس کے ہاتھ میں دے دوں گا۔ تم کیا کرو گی؟"

سلیمہ کراہ کراہ کر روتی رہی۔"

"اب رونے سے کوئی فائدہ نہیں۔ گیا وقت واپس نہیں آ سکتا۔ یہ سوچو کہ اگر میں بھی تم سے مارا جاتا تو کیا ہوتا۔"

وہ روتی ہی رہی اور کچھ نہ بولی۔

"حماقت کی بات نہ کرو سلیمہ۔"

"ارے ہائے۔"

"تم نہیں جانتیں کہ میری زندگی کیسے بڑے جانوروں سے وابستہ تھی جس نے تم کو نہیں بتایا۔ یہ دوکان تو محض دھوکا تھی۔ دھوکے کی ٹٹی تھی مجھے سفارت خانے سے تنخواہ ملتی تھی اور میں تم کو اسے دوکان کی آمدنی کے نام سے دیا کرتا تھا۔ وہیں بھی مجھے نگاہ میں رکھتی تھی۔ میں کسی دن مارا جاتا۔ مگر میں نے تم سے یہ سب نہیں بتایا۔ اس لئے کہ تم پریشان ہوتیں اور میں تم کو بہت چاہتا ہوں۔"

سلیمہ اٹھ کر بیٹھنے لگی۔ ظہیر نے اسے پھر لٹا لیا اور بولا۔ "پچھلے سات برس سے جتنے بھی واقعات ہوئے ہیں ان سب میں میرا ہاتھ تھا۔ ہر ایک میں میری جان کا خطرہ تھا۔ اور اس وقت ایک سور کا بچہ ایسا آ گیا جس نے میری جان ہی لے ڈالی۔ میرا ارادہ تھا کہ بھاگ جاؤں۔ جوالا سنگھ بھی یہی رائے دے گیا مگر مجھے اپنے گناہوں کا بوجھ بہت ہی بڑا معلوم ہو رہا ہے۔ میرا وقت اب آ گیا۔ میں اپنے کئے کی سزا بھگتوں گا۔ اب میں زیادہ دن زندہ نہیں رہنا

چاہتا ہے"

"ہائے مجھے کہیں کا نہیں رکھا" سلیمہ نے روتے ہوئے کہا۔

"اس شیطان کے بچے درمشتفکی نے مجھے تباہ کر دیا۔ خدا کرے اس کو بھی پکڑ لیا جائے۔ میں اپنے تبیش پولیس کو دیدوں گا۔ اور اس حرامزادے کا نام بتا دوں گا ضرور۔ میں تو مارا جاؤں گا مگر یہ بھی زندہ نہ رہنے پائے۔ بس مجھے تمہارا خیال ہے۔ ورنہ آج ہی میرا ارادہ کہ یہ جی چاہتا رہا کہ اس کے چھرا بھونک دوں پھر دیکھا جائے گا۔ اس کمینے کے سر پہ پھندہ کا اور میرا دونوں کے خون ہونگے۔"

اس پر سلیمہ ہائے پھوندو۔ میرا پھوندو کہا اور پھر رونے لگی۔

"سلیمہ اب تم کو اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہوگا۔ ہمت باندھو اور کچھ نہیں ہوسکتا"

تھوڑی دیر دونوں خاموش لیٹے رہے۔

"تم اور وہ باپ بیٹے رہو تے" سلیمہ نے کہا۔

"ہاں مگر۔ یہ سفیر۔ خدا اس کو غارت کرے۔ کل ہی میں لاٹھی لے کر سفارت خانے جاؤں گا اور وہاں کے ہر حرامزادے کو ایسا ماروں گا کہ ایک ایک ہڈی ٹوٹ جائے۔ خیر اگر یہ نہ کر سکا تب بھی میں ان کو اچھی طرح سزا دلوا دوں گا۔ میں نے ان کے لئے سب کچھ کیا۔ مگر اب حد ہو گئی۔ اب مجھے کچھ پرواہ نہیں۔ بینک سے سب روپیہ میں نکال لایا۔ یہ دوکان بیچ دی۔ سب چار ہزار روپیہ میرے پاس ہے تم اس کو لے لو۔ تم ابھی جوان ہو دوسری شادی

کرلینا۔

"تم میرے بچے کو مار ڈالنے کے لئے گئے تھے اس رات ۔ اُف مجھے کیا معلوم تھا ورنہ نہ جانے دیتی ۔

"مجھے تمہارے خیال سے پریشانی ہے۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ تم کو روپیہ کی ضرورت ہو گی روپیوں کے خیال سے تم سے کوئی اور شادی کرے گا ۔"

"بلا سے بھاگ ہی نہ چلو ابھی رات بھی بہت باقی ہے۔

"نہیں اب میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے ۔ میں جیل میں ہی جانا چاہتا ہوں جیل میں پہونچ کر میں آزاد ہو جاؤں گا ۔ میں جو چاہوں گا صاف صاف کہہ سکوں گا ۔" مجھے اس حرامی دہشتگی سے بدلہ لینا ہے ۔ میں اس کے ٹکڑے بکھیر دوں گا حرامزادے یہاں آکر ہماری زندگیاں تباہ کرتے ہیں میں اُن کو سبق دے جاؤں گا ۔ دنیا کو سبق دے جاؤں گا کہ اب کوئی ان کے پھندوں میں نہ آئے ۔"

کھوندو کو تو میں زندگی بھر رو دوں گی ۔ تم اپنے تئیں بچا لے چلو خدا کے لئے ۔"

"اب کچھ نہیں ہو سکتا سلیمہ ۔ میرے کامریڈ تمہاری مدد کرتے رہیں گے ۔ تم مصیبت پڑنے پر ہوشیار ضرور ہو جاؤ گی ۔ ہوشیاری سے کام کرنا ۔ اپنے دل کی بات کسی کو نہ بتانا ۔ میں اب اس دن رات کے خوف کی زندگی کو ختم کرنا چاہتا ہوں ۔ میں یہاں اس دنیا میں رہ چکا ۔ میں کچھ نہیں کر سکتا اور یہ سفارت خانے کی غلامی اب برداشت سے باہر ۔ میں سب کو دھوکا دیتا رہا ۔ تم کو بھی دھوکا دیتا رہا ۔ مجھے اب ختم ہی ہو جانا چاہیئے ۔"

"مگر میں تم کو نہیں جانے دوں گی ابھی ۔ میں تمہیں بہت چاہتی ہوں۔"

"میں بھی تمہیں کم نہیں چاہتا ۔ مگر ہماری سلیمہ ۔ میں اب کسی طرح زندہ نہیں رہ سکتا اور تم کو بھی زندہ نہیں رکھ سکتا ۔ سوچو ! ۔ میری کوئی آزادی نہیں ہو سکتی ۔"

سلیمہ اُٹھ کر بیٹھ گئی ۔

"تم کہاں جا رہی ہو ؟" ظہیر نے کہا ۔

" چھوڑ دو مجھے ۔ میں ابھی جو کچھ لے جانا ہے ٹھیک کئے لیتی ہوں ۔ ہم بھاگ ہی چلیں گے کہیں ۔ یہاں نہ ٹھہریں گے ۔"

" ظہیر نے اسے جانے دیا ۔ وہ ایک بکس کے پاس گئی اور اسے کھولا ۔

ظہیر بولا : "یہ سب تم فضول کام کر رہی ہو ۔ تم یہیں رہنا ۔"

" نہیں تم نے میرے بھائی کی جان لی اور اب میرے شوہر کی بھی جان لینا چاہتے ہو ۔"

"میں نے جان لی ۔ میں قاتل ہوں ۔ میں نے اس کو بم سے اُڑا دیا ۔ تم ٹھیک کہتی ہو ۔ یہ اتفاق تھا ۔ مگر اس اتفاق کا میں ہی ذمہ دار ہوں ۔ مجھے سزا ملنی چاہئے ۔ ضرور ۔" مجھے میری سزا کو ہو چکنے دو ۔ تمہارے سامنے دنیا ہے ۔ تم اپنے تئیں کیوں تباہ کر رہی ہو ۔"

" نہیں میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر رہی ۔ اپنے لئے کر رہی ہوں ۔" تم سمجھے کہ ظہیر مر چکے مگر سلیمہ اپنے میاں کو زندہ رکھنا چاہتی ہے ۔"

" اُف تم مجھ کو پاگل کر دو گی ۔ میں تم کو بہت چاہتا ہوں ۔ میں تمہاری زندگی خراب کرنا نہیں چاہتا ہوں ۔ میں پتھر کا بنا ہوا نہیں ہوں ۔ جانے دو

اس معاملے کو ؟"

سلیمہ نے سامان سب ٹھیک کر کے ایک چھوٹے بکس میں رکھ لیا اور ظہیر کے پاس آکر بولی ."تم کو ضرور چلنا ہوگا ؟"

کچھ دیر حجت رہی مگر آخر کار ظہیر اٹھ کر اس کے ساتھ ہو لیا۔

(۱۰)

تین دن کے بعد سپرنٹنڈنٹ پرانجپی نے جوالا سنگھ کو اپنے کمرے میں بلا کر کہا
"مجھے کسی چیز کا پتہ نہیں چل رہا ہے۔"
"حضور مجھے اب اس معاملے سے کوئی سروکار نہیں۔ آئی جی کے احکام آگئے ہیں کہ میں سب کام آپ کے ہاتھ میں چھوڑ دوں۔"
"یہ ٹھیک ہے میں نے ہی وہ احکام صادر کرائے مگر اب میں محسوس کرتا ہوں کہ بغیر تمہاری مدد کے کام آگے بڑھتا نہیں دکھائی دیتا۔"
"حضور میں کیا اور میری مدد کیا۔"
"نہیں تم بہت تجربے کار آدمی ہو اور میں نیا ہوں۔ میں اس کام میں کامیاب ہوتا نہیں دکھائی دیتا۔ میں نے لے تو لیا یہ کام اپنے ہاتھ میں مگر اب مجھے خوف ہوتا ہے کہ میری بڑی بھد ہو جائے گی۔"

"تو یہ حضوری کی مرضی تھی؟"

"مجھے اس معاملے میں صرف ایک دلچسپی تھی کہ منظر گرفتار نہ ہونے پائے۔"

"یہ میں نے محسوس کر لیا تھا اور اگر میرے ہاتھ میں یہ کام ہوتا تو میں سب میں پہلا کام یہی کرتا کہ منظر کو گرفتار کر لیتا۔"

"اچھا اگر اب میں یہ کام تم پر چھوڑ دوں تو تم یہی کرو گے؟"

"جی حضور اب نہیں۔ مجھے منظر سے کوئی دشمنی نہیں۔ مجھے اس پر شبہ تھا۔ اب یقین ہو گیا کہ وہ بے گناہ ہے"

"اچھا۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ تم کچھ نہ کچھ تفتیش ضرور کرتے رہے؟"

"اتفاق سے مجھے معلوم ہو گیا میں نے کوشش نہیں کی۔"

"خیر کوشش کی یا نہیں۔ ہمارے اور تمہارے درمیان جو جھگڑا تھا وہ ختم ہو گیا۔ اگر تم منظر کو بے گناہ سمجھتے ہو تو مجھے سب کام تمہارے سپرد کر دینے میں کوئی عذر نہیں۔"

"حضور اب آئی جی کا حکم ہو گیا ہے میں اس کام کو ہاتھ میں نہ لوں گا۔"

"میں حکم بدلوا سکتا ہوں۔"

"حکم آپ کو بدلوانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں آپ کا ماتحت ہوں اور آپ کی مدد کرنا میرا فرض ہے۔"

"تو تم کیا مدد کرو گے؟"

"جو آپ چاہیں۔"

"ظہیر فرار ہو گیا ہے۔ اس کا پتہ تم بتا سکتے ہو؟"

"وہ فرار تو ہو گیا ہے۔ مگر جیسا میں نے آپ سے کہا کہ وہ نہایت سست کاہل کتا ہے۔ وہ شہر سے باہر نہیں گیا۔

"یہ شہر ہی میں ؟"

"جی ہاں۔ اس کی بیوی اس کو زبردستی لے گئی ورنہ وہ جاتا نہیں تھا۔ وہ خود سب کچھ بتا دینے کو تیار ہے اور اپنے تئیں پولس کے حوالے کرنے کو پھرتا ہے۔"

"اچھا، اب اس کا پتہ کیا ہے؟"

"دیکھئے حضور۔ جو کچھ میں آپ کو اس وقت بتا رہا ہوں وہ سب بھی دوستی میں۔ میرے فرض میں یہ بات شامل نہیں ہے۔"

"میں تم سے دوستانہ مشورہ ہی کر رہا ہوں۔"

"تو ایک شرط پر میں اس کا پتہ بتا دوں گا۔ اگر آپ ماننے کے لئے تیار ہوں۔"

"ہاں میں شرط مانوں گا۔ بتاؤ تو کیا ہے۔"

"شرط یہ ہے کہ آپ اس کو گرفتار نہ کریں۔"

"گرفتار نہ کروں۔ آئیں تو پھر میں اس کے پاس جا کر کیا کروں گا۔"

"وہ خود آپ کو ہر بات بتا دے گا اور آپ آئی جی سے جا کر رپورٹ کر دیجئے گا پھر وہ حکم صادر کریں وہ دیکھا جائے گا۔"

"تو تم اس کو بچانا چاہتے ہو۔"

"جی ہاں حضور۔ جہاں تک میرا امکان ہے۔ جیسے آپ منظر کو بچانا چاہتے ہیں۔"

"منظر تو اب بچ گیا۔"

"یہ نہ سمجھئے۔ اگر آپ ایک ہفتہ تک کچھ نہ معلوم کر سکے اور یقین ہو کہ آپ نہ معلوم کر سکیں گے تو پھر یہ معاملہ میرے ہاتھ میں آئے گا اور میں منظر کو پکڑ لوں گا"

سپرنٹنڈنٹ کچھ دیر سوچتا رہا۔ جوالا سنگھ اس کے سامنے کھڑا رہا۔

"اچھا میں اس کو نہیں پکڑا دوں گا وعدہ کرتا ہوں تم اس کا پتہ بتاؤ"

"گوئٹن روڈ پر ایک گرجا ہے وہ تو حضور نے دیکھا ہی ہو گا"

"ہاں"

"اس کے پاس سے ایک گلی جاتی ہے۔ وہ ایک بڑے نالے پر نکلتی ہے۔ اس نالے کو پار کر کے ایک محلہ آتا ہے جس میں ایک بہت بڑا احاطہ ہے اس احاطے میں بہت ہی نیچے درجے کی رنڈیاں وغیرہ رہتی ہیں۔ وہاں ہر وقت روپیہ روپیہ دو دو روپیہ پر ایک کوٹھری مل جاتی ہے رہنے کے لئے۔ ظہیر اور اس کی بیوی وہیں ہیں"

"اچھا تو میں وہاں جاؤں"

"جی حضور، آپ جا کر ایک کوٹھری لے لیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ظہیر کہاں ہیں۔ اس کی بیوی سلیمہ بھی وہیں ہے۔ بس آپ کوٹھری لے کر ٹھہریں اور کوشش یہ کریں کہ ظہیر سے آپ کی ملاقات ہو جائے وہ اب ایسی حالت میں ہے کہ خود سب باتیں آپ سے بتا دے گا"

چنانچہ سپرنٹنڈنٹ نے اس کی رائے پر عمل کیا اور چوبیس گھنٹے اس احاطے میں ایک غیر ملکی کی طرح رہا۔ اس کے بعد اپنے انسپکٹر جنرل کے یہاں پہونچا۔

"تم نے کیا معلومات حاصل کئے"، انسپکٹر جنرل نے پوچھا۔

"سب میں پہلی بات یہ کہ منظر بالکل بے گناہ ہے۔ اس کو اس معاملے کا بالکل

علم نہیں ہے۔ اب تک وہ کچھ بھی نہیں جانتا۔"

"یہ تم کو بالکل ٹھیک معلوم ہو گیا؟"

"پورا یقین ہے جناب"

"تو پھر الزام کس پر آتا ہے؟"

"اصل ملزم تو ورسٹنفلی ہے۔"

"آمیں وہ سیفر"

"جی ہاں"

"اور ظہیر"؟

"ظہیر اس کا نمائندہ ہے۔ کام ظہیر ہی نے کیا۔ مگر اس سیفر نے شے دی اصل ملزم ورسٹنفلی ہے۔"

"یہ تو عجیب بات معلوم ہوتی ہے۔ اچھا تم اس کے ساتھ کتنی دیر رہے"

"چوبیس گھنٹے ایک بدنام گھر میں۔ میں نے دیکھا کہ وہ اپنے جرم کا شدید اثر لے رہا ہے۔ وہ آدمی فطرتاً ملزم نہیں ہے۔ اس کا ہرگز یہ مقصد نہیں تھا کہ اس کا سالہ مر جائے۔ اس موت کا اس پر بہت برا اثر ہے۔ بڑا حساس آدمی معلوم ہوتا ہے۔ وہ اپنے تئیں پولیس کے حوالے کر دینے کے لئے تیار ہے۔ وہ اس وقت کمال نا امیدی کے عالم میں ہے۔"

"اچھا تو تم اب اس کے ساتھ کیا کرو گے؟"

"میں نے اسے وہیں رہنے دیا ہے۔ اس کی بیوی سے اور اس سے برابر کوئی جھگڑا چل رہا ہے۔"

"مگر یہ تم نے نہیں سوچا کہ شاید وہ بھاگ نکلے؟"

"وہ ہرگز نہیں بھاگے گا۔ وہ اپنے گھر سے بھاگ کر وہاں تک ہی نہ معلوم کیسے پہونچا۔ اب آگے بھاگنے کی اس میں ہمت ہی نہیں۔"

"کیا معلوم اس میں ہمت پیدا ہو جائے؟"

"ممکن ہو۔ مگر میں آپ کی رائے بھی لینا چاہتا ہوں اس معاملے میں قبل اسکے کہ میں اس کو قید کرتا۔"

"اچھا میں سوچ کر کل بتاؤں گا۔ کیا کیا جائے۔ مگر تم خیال رکھو کہ وہ بھاگ کر کہیں نکلنے نہ پائے۔"

سپرنٹنڈنٹ وہاں سے چلا اور مسٹر کھوٹے کے گھر پر پہونچا۔ مسٹر سے ملتے ہی اس نے کہا "میں آپ کو مبارکباد دینے آیا ہوں کہ منتظر کو اب اس معاملے کے سلسلے میں کوئی چھو بھی نہیں سکتا۔"

"تم لوگوں کی سراسر حماقت تھی جو منتظر کو اس معاملے سے متعلق کر رہے تھے۔"

غرض مسٹر کھوٹے اور سپرنٹنڈنٹ برجنجی دونوں بہت خوش تھے اور دونوں نے اس خوشی میں یہ طے کیا کہ میڈنس ہوٹل میں جا کر کچھ کھایا پیا جائے۔ دونوں موٹر پر سوار ہو کر اس ہوٹل میں آئے اور اس کے بڑے ہال میں داخل ہوئے۔ یہاں مسٹر کھوٹے کی نظر درشتفکی پر پڑی جو ایک میز کے پاس اکیلے بیٹھے تھے۔

مسٹر کھوٹے اور برجنجی ایک میز پر بیٹھ گئے۔ اتنے میں درشتفکی نے ان دونوں کو دیکھا اور اٹھ کر ان کے پاس آیا۔

مسٹر کھوٹے نے برجنجی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا "شاید آپ لوگ پہلے بھی

سے ہوں گے؟"

برنجی نے سر ہلایا۔ اور مسٹر کھوٹے نے ایک سے دوسرے کا تعارف کرایا۔ تھوڑی دیر ادھر اُدھر کی باتیں ہونے کے بعد مسٹر کھوٹے نے کہا "عجیب عجیب واقعات ہو رہے ہیں آج کل۔ یہ بم پھینکے جا رہے ہیں۔ اگر ان لوگوں کو جو یہ سب کر رہے ہیں روکا نہ گیا تو عجیب کیفیت ہو گی"

ڈرٹشفکی خاموش رہے جیسے کہ انھوں نے یہ بات سنی ہی نہیں۔

برنجی نے کہا، "میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ڈشفکی صاحب اس معاملے کی اہمیت پر بہتر روشنی ڈال سکیں گے"

"آپ کا مطلب ہو کہ ہمارے ملک میں ایسے واقعے بہت ہوتے رہتے ہیں۔ ہاں ہوتے رہتے ہیں۔ ہم کو بہت نقصان بھی ہوتا ہے۔ مگر آپ کے یہاں بھی تو اسی قسم کے آدمی ہیں بہی ضرور۔ شاید آپ ان سے رواداری برتتے ہیں"

"ہمارے یہاں وہ محض ابتدائی درجے پر ہیں۔ ہم ان کو ہرگز برداشت نہ کریں گے"

"اچھا معاف کیجئے مسٹر کھوٹے مجھے ضروری کام سے جانا ہے"

یہ کہہ کر ڈرشفکی اٹھ کر چل دیئے۔ وہ ہال کے باہر ہی گئے ہوں گے کہ برنجی بھی اٹھا اور بولا۔ "میں ابھی آتا ہوں۔ اس شخص سے مجھے ضروری کام ہے اچھا موقع مل گیا"

برنجی ہال سے باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ ڈرشفکی اپنے موٹر میں بیٹھ ہی رہا ہے لیکن وہ اس کے پاس گیا اور بولا "آپ سے مجھے ایک بات کرنا ہے"

سے کہئے "

"ہم نے ظہیر کو اپنے قبضے میں کر لیا ہے "

"کون؟ "

"آپ اُسے جانتے ہیں خوب "

"آپ جی کیا کہہ رہے ہیں؟ "

"میں نہیں کہہ رہا۔ ظہیر یہ کہتا ہے کہ آپ اس کے مربی ہیں"

"وہ کون ہے جھوٹا کتا؟

"خیر اس معاملے میں مجھے یہ معلوم ہوا کہ ہمارے ملک کو غیر ملک کے جاسوسوں سے صاف کرنا ضروری ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں۔ ان سے بڑا خطرہ ہے ہم کو "

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا "

"ظہیر جب پکڑا جائے گا اور اس کا بیان اخباروں میں چھپے گا تو آپ سب سمجھ جائیں گے "

"ظہیر ایسے کتے کی بات کا کس کو یقین ہوگا؟

"اس کی بات کی سچائی ظاہر ہو جائے گی اتنے سب یقین کریں گے "

"تو آپ کا یہ مطلب ہے"

"ہاں میں ظہیر کو گرفتار کر لوں گا اور آپ کا بھانڈا پھوٹ جائے گا "

"آپ یہ نہیں سمجھ رہے ہیں کہ آپ کس سے باتیں کر رہے ہیں "

"میں سب سمجھ رہا ہوں۔ یہ بم کا معاملہ آپ کے دماغ کی چیز ہے "

"میرے۔ جی آپ کے "

"ثابت کرنا ہوگا تم کو"

"میں ثابت ہی نہیں کردوں گا بلکہ ان سب لوگوں کو جو اس معاملے میں شے دیتے ہیں اس ملک سے نکال باہر کردوں گا"

"خیر دیکھا جائے گا" اور رور مشفکی اپنی موٹر کو اسٹارٹ کرکے چل دیا۔

براجنی منز کھوٹے کے پاس واپس آیا اور بولا "آج میں بہت خوش ہوں میں نے ایک بہت بڑے کام کی ابتدا کردی ہے"

(۱۱)

سیفر درشٹفنکی اپنا موٹر دوڑاتا چلا جا رہا تھا مگر اس کو بڑی فکر تھی کہ اگر ظہیر قید ہو گیا تو سب بھانڈا پھوٹ جائے گا۔ پرنجپی کی باتوں سے اس نے یہی نتیجہ نکالا تھا کہ ظہیر پکڑا گیا مگر پھر بھی اس کا دل کہتا تھا کہ شاید نہ پکڑا گیا ہو۔ اپنی کوٹھی پر آتے ہی اس نے اپنے ہندوستانی سکریٹری کو بلایا اور اس سے باتیں کرنے لگا۔

"تم کو ظہیر کا پتہ معلوم ہے؟"

"جی، وہ دوکان ہے اس کی اجمل روڈ پر۔"

"کیا تم دریافت کر سکتے ہو کہ وہ وہیں ہے یا پولس نے اس کو پکڑ لیا؟"

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں ابھی اس کے حلقے کے تھانے سے دریافت ہو جائے گی۔"

"اچھا پوچھو"

سکریٹری نے ٹیلیفون لگایا اور کہا "آپ کے یہاں کوئی ظہیر نامی جو اجمل روڈ پر اسٹیشنری کی دوکان رکھتا ہے قید ہو کر آیا؟"

سکریٹری سنتا رہا اور پھر ٹیلیفون رکھ کر سیفر سے بولا۔ "حضور وہ کہتے ہیں کہ ظہیر دوکان سے فرار ہو گیا ہے اور لاپتہ ہے۔ ہم لوگ اس کی تلاش میں ہیں۔"

"اچھا تو ابھی وہ پولس کے قبضے میں نہیں آیا ہے ہم اس کو اپنے قبضے میں کر سکتے ہیں تم کوئی ترکیب بتا سکتے ہو اس تک پہنچنے کی؟"

"دیکھئے میں جا کر دریافت کروں تو شاید کہیں پتہ لگے۔"

"پولس کے سپرنٹنڈنٹ کو پتہ ہے کہ وہ کہاں ہے۔ مگر اس نے اس کو گرفتار کیوں نہیں کیا۔ تعجب ہے۔"

"اگر پولس کو معلوم ہے تو میں پتہ لگا لوں گا۔ انسپکٹر جوالا سنگھ سے شاید پتہ چلے۔"

"اچھا تم ابھی جاؤ۔ میری موٹر لے جاؤ۔ اور کسی طرح پتہ لگالاؤ۔"

سکریٹری دفتر سے روانہ ہوا اور سب میں پہلے اس دوکان پر پہونچا جو منظر کی تھی۔ یہاں دوکان والے سے اس نے پوچھا۔ "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ظہیر صاحب اب کہاں ہیں؟"

"وہ شاید بمبئی میں ہوں گے۔ میرے ہاتھ دوکان بیچنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ بمبئی جانا چاہتے تھے۔"

"نہیں۔ وہ ابھی گئے نہیں ہیں۔ یہیں کہیں ہیں۔"

"تو مجھے نہیں معلوم۔ مگر وہ بمبئی میں نہیں ہیں ورنہ وہ اپنا سامان لینے آتے اندر گھر میں ان کا سارا سامان پڑا ہے۔

"اچھا آپ کو کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں"

سکریٹری وہاں سے چلا اور مسز کھوٹے کے گھر پر آیا"

"ہماری لیڈی صاحبہ سے کچھ کام ہے" مسز کھوٹے کے سکریٹری نے دریافت کیا"

"نہیں۔ اگر منتظر صاحب سے ملاقات ہو سکے تو کرا دیجئے مجھے ان ہی سے کام ہے"

تھوڑی دیر کے بعد وہ اس کے کمرے میں پہنچا جہاں منتظر رہتا تھا"

"سفارت خانے کے سکریٹری نے کہا" مجھے آپ سے ظہیر کے بابت دریافت کرنا ہے"

"ظہیر کے بابت مجھے کچھ بھی نہیں معلوم ہو سکا۔ اس کے بابت تو عجیب عجیب حالات سنائی دے رہے ہیں۔ وہ موٹا شخص آدمی ایسے سب کام کیونکر کر سکتا تھا"

"تب ہی تو اس نے سب کام خراب کئے اور کوئی نتیجہ نہیں"

"اچھا آپ کچھ پتہ دے سکتے ہیں کہ وہ کہاں ہو سکتا ہے۔ وہ ابھی شہر ہی میں ہے"

"میں ایک بات بتا سکتا ہوں۔ عبدل کو آپ جانتے ہی ہیں۔ شاید ان کو کچھ معلوم ہو"

"وہ کہاں ملیں گے؟"

"ان کا ایک بیٹھکا ہے شراب خانہ۔ وہیں ملیں گے۔"

"اگر وہاں نہ ہوں"

"تو آپ کی قسمت۔ ان کے گھر کا پتہ میں آپ کو نہ سمجھا سکوں گا۔"

"اچھا میں کوشش کرتا ہوں۔"

سکریڑی شراب خانے میں آیا اور عبدل کو ایک میز پر بیٹھا پایا۔ تپاک سے ملاقات کے بعد باتیں ہونے لگیں۔

"مجھے ظہیر کے پاس پہنچنا ہے۔ سفیر کو اس کی سخت ضرورت ہے۔"

"ظہیر عجیب عالم میں ہے۔ بالکل ایک ڈھیر ہو کر رہ گیا ہے۔ کچھ کر ہی نہیں سکتا۔"

"مگر ہے کہاں؟"

"اپنی سسرال میں۔"

"سسرال؟"

"جہاں سے سلیمہ اس کی بیوی آئی تھی۔ تم نہیں جانتے۔ وہ پرانا شہر جو ہے اس میں ایک ہوٹل ہے۔ خیر ہوٹل تو نام کا ہے۔ مراد ہوٹل سائن بورڈ لگا ہوا ہے۔ اس کے پیچھے ایک احاطہ ہے۔ اس میں رنڈیاں رہتی ہیں۔ نیچے قسم کی۔ وہیں ہے وہ۔"

"میں وہاں ابھی پہونچنا چاہتا ہوں۔"

"ابھی جانا بے کار ہے"

"پھر کب جاؤں"

رات ہوتے وقت جاؤ۔ ہوٹل میں ایک کمرہ لو کرایہ کا۔ جب کافی رات گزر جائے تو ویٹر سے کہو ہم کو ضرورت ہے۔ تب تم کو پچھلے حصے میں پہونچا دیا جائے گا وہاں تم لطفاً کو جھانٹنا اور اس سے پھر کہنا کہ ظہیر سے ملنا چاہتے ہو۔"

"اگر وہ انکار کرے؟"

"تم بھی کیا باتیں کرتے ہو کچھ ٹکے خرچ کرنا سب کام ہو جائے گا۔"

"اگر ظہیر ملنے سے انکار کرے؟"

"یہ ممکن ہی نہیں۔ وہ سب سے ملتا ہے۔ اپنے پاس بلوا لیتا ہے۔ اس کا عجب عالم ہے۔ کامل آدمی ناامیدی کے شدید مرض میں مبتلا ہے۔"

"اچھا تو میں صغیر سے ہی جا کر کہتا ہوں اب وہ جو کچھ کہیں۔"

سکریٹری صغیر کے پاس آیا اور اس کو سب حال بتایا۔ صغیر بولا "مجھے فکر یہ ہے کہ پولس اسے پکڑ نہ لے۔ پولس کے پکڑنے سے پہلے ہی اُسے غائب کر دینا ہے ورنہ ہمارا سب بھانڈا پھوٹا رکھا ہے۔"

"تو میں ابھی سے اس ہوٹل میں جا کر ٹھہرتا ہوں۔ اگر اس درمیان میں پولس پہنچی تو اُس کو ٹالنے کی کوشش کروں گا۔"

"ہاں تم ابھی چلے جاؤ۔ لو یہ سو روپیہ کافی ہو گا؟"

"بالکل کافی ہو گا۔"

سکریٹری مراد ہوٹل میں آکر مقیم ہوا اور رات گئے ظہیر کے پاس پہونچا یا گیا ظہیر پلنگ پر پڑا تھا۔ اس کو دیکھتے ہی بولا "تم"

"ہاں مجھے تم نے پہچانا۔"

"تم یہاں کیوں آئے ہو۔ چلے جاؤ میرے سامنے سے کمینے۔"

"مجھے سیفر نے بھیجا ہے۔ تم کو بلایا ہے۔"

"اس کتے کے پلے حرامی کے بچے سے کہہ دو کہ میں اس کے باپ کا نوکر نہیں ہوں۔ میں نہیں دیکھنا چاہتا اس کی صورت بھی۔ اس نے میری زندگی تباہ کر دی۔"

"تم غلط سوچ رہے ہو وہ تم کو بچانا چاہتے ہیں۔"

"مجھ کو بچانا چاہتا ہے۔ نہیں اپنے کو بچانا چاہتا ہے۔ میں نہیں جاؤں گا۔ میں پولیس میں اپنے تئیں دے دوں گا۔ اس مردود کی تمام سازشوں کا بھانڈا پھوڑ دوں گا۔ نہیں جاؤں گا ہرگز۔ نہیں جاؤں گا۔"

"ظہیر یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ تمہارا دماغ صحیح ہے۔"

"میرا دماغ اب بالکل صحیح ہو گیا ہے۔ میں پاگل تھا کہ تم لوگوں کے ساتھ کام کرنے پر راضی ہوا۔ میں بالکل پاگل تھا جب میں نے اس حرامی کتے کے پلے سیفر کی رائے پر عمل کرنے کی ٹھانی۔ اب میں بالکل صحیح دماغ ہوں۔"

"پولیس تم کو لے جا کر کیا کرے گی جانتے ہو۔"

"کچھ کرے۔ میں مرنے کو تیار ہوں۔ مگر میں اس کمینے کو مار کر مروں گا۔ ایسے نہیں۔"

"یہ جانتے ہو کہ وہ سفیر ہے۔ اس کے بابت تم جو کچھ کہو گے غلط سمجھا جائے گا۔"

"ہرگز نہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی اس کے خلاف ہے۔ میں نے اس سے وعدہ کرلیا ہے کہ کہیں نہ جاؤں گا۔ وہ اپنے آئی جی سے حکم لے کر آئے گا اور مجھے گرفتار کر لے جائے گا۔ میں پورے بیان دوں گا اور اس سادر مسٹفکلی حرامی کا بھرتا بنوا دوں گا۔"

"اس وقت تم کوئی ٹھیک بات سننے کے لئے تیار نہیں ہو۔"

"تم جاؤ بھاگو یہاں سے۔"

"میں نہیں جاؤں گا ایسی آسانی سے۔"

"اچھا کہہ کر ظہیر اٹھ بیٹھا اور پلنگ کے نیچے سے ایک چھرا اٹھا کر سکریٹری پر تانتے ہوئے بولا۔ "نہ جاؤ میں تمہارا کام تمام کر دوں گا۔"

"میں نے تمہارا کیا گناہ کیا ہے۔" سکریٹری نے تھرا کر کہا۔

"چلے جاؤ ایک منٹ کے اندر۔"

سکریٹری کمرہ سے باہر چلا گیا۔ ظہیر نے چھرے کو پلنگ کے نیچے رکھتے ہوئے کچھ سوچا اور پلنگ سے اٹھ کر کمرہ کے باہر لپکا۔ سکریٹری گیا نہیں تھا بلکہ دروازے کے باہر ہی کھڑا سوچ رہا تھا کہ کیا کرے۔ اک دم سے ظہیر اس کے سامنے آیا اور بولا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں کپڑے پہن کر آتا ہوں تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

تھوڑی دیر میں ظہیر باہر آیا اور سکریٹری کے ساتھ ہو لیا۔ دونوں انگنائی میں تھے کہ سلیمہ نے پکار کر پوچھا۔ "کہاں جا رہے ہو مجھے بھی لیتے چلو۔"

"خدا حافظ۔ تم اطمینان سے رہنا میں اب واپس نہیں آؤں گا۔"

"آئیں یہ کیا کہتے ہو" کہہ کر سلیمہ اُس کی طرف دوڑی وہ بھاگ کر احاطے کے باہر آ گیا۔ سکریٹری بھی اُس سے آ ملا۔ سلیمہ نے دونوں کو گلی کے نکڑ تک جا کر مڑتے ہوئے دیکھا۔"

دونوں کئی گلیوں میں سے گزرتے ہوئے اس جگہ پر آئے جہاں کرائے کے گیراج تھے۔ ایک گیراج میں سے موٹر نکال کر دونوں سفارت خانے کی طرف روانہ ہو گئے۔

(۱۲)

اس سے کچھ دیر پیشتر سپرنٹنڈنٹ برا بجنی اپنے انسپکٹر جوالا سنگھ سے باتیں کر رہا تھا:

"آئی جی نے ظہیر کی گرفتاری کا حکم دیا ہے اور تم جا کر اس کو گرفتار کر لاؤ۔"

"حضور مجھے تو اس معاملے سے کوئی سروکار نہ رکھنے کا حکم تھا۔"

"وہ حکم تھا۔ مگر اب میں نے بدلوا لیا ہے۔ میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ ظہیر کو نہ پکڑوا دوں گا۔ میں نے اس کو نہیں پکڑا۔ آئی جی نے پوچھا بھی کہ کیوں نہیں پکڑا تو میں نے کہا کہ حضور کا حکم نہیں تھا۔ انھوں نے حکم دیا تو میں نے کہا کہ انسپکٹر جوالا سنگھ کو حکم دیجئے وہ خوبی سے انجام دیں گے۔ مجھے اپنے وعدہ کا خیال رکھنا ضروری تھا۔"

"بہت شکریہ حضور۔"

"کیا تم اس کو پکڑنا نہیں چاہتے ؟"

"بات یہ ہے کہ میں سب کو ہی ختم کر دینا چاہتا ہوں۔ یہ سب اک دم سے ختم کر دیئے جائیں تب ٹھیک ہو گا۔ میرے لئے ان سب میں زیادہ ضروری یہ ظہیر ہی تھا اس لئے میں اسے بچانا چاہتا تھا۔ وہ مجھے ان جرائم پیشہ افرادوں کی بھی خبر دیتا رہتا تھا۔ اب اگر وہ نہ ہو گا تو یہ سب میرے قبضے سے باہر ہو جائیں گے۔ ظہیر میرا ابھی راز دار تھا۔ اگر وہ جانتا ہے تو سب جائیں۔"

"تو تم ظہیر کو اسی شرط پر گرفتار کرو گے کہ منظر کو بھی گرفتار کیا جائے۔"

"حضور، کو منظر کے معاملے میں بڑی دلچسپی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ آپ لیڈی صاحبہ کا دل نہیں دکھانا چاہتے لیکن اگر آپ اس معاملے کو دوسرے نقطۂ نظر سے دیکھیں تو کوئی بات نہیں۔"

"کس طرح دیکھوں؟"

"آپ نے منظر کو بچالیا۔ آپ لیڈی کی نگاہوں میں سرخرو ہو گئے۔ منظر کو ہم اس سلسلے میں نہیں پکڑ سکیں گے۔ ظہیر کو ابھی میں لے آؤں گا۔ وہ کچہری میں پیش ہو گا۔ اس کے سلسلے میں میں سب کو لے آنا چاہتا ہوں۔ یہ عام حکم ہو جائے کہ اس قسم کے سب لوگ گرفتار کر لئے جائیں۔ اس وقت منظر بھی آ جائے گا۔"

"مگر منظر تو بے ضرر ہے۔"

حضور جانتے نہیں۔ وہی سب کا ڈھڈھ ہے ڈھ۔ خاموشی سے میٹھا لیڈی کی روٹیاں توڑتا ہے اور اپنے سب کا مریڈوں کے دماغ میں ہر طرح کی

باتیں بھرتا ہے۔"

"پھر تو تم جانتے ہو کہ مجھے اس کو بچانا پڑے گا ہر حالت میں۔"

"جب عام حکم ہو جائے تب بھی آپ لیڈی سے یہی کہئے کہ منظر کو میں بچا لوں گا۔ مگر مجھے یقین ہے کہ جج کے سامنے منظر ایسا بیان دے گا کہ وہ بچ نہیں سکتا۔ آپ لیڈی سے کہئے گا کہ میں کیا کروں وہ خود موت کے منہ میں کود گیا۔"

"ٹھیک تو ہے۔"

"اور حضور لیڈی کی اس سے دلچسپی نہایت ناموزوں چیز ہے۔ اس کے چلے جانے پر اُن کو آپ سے دلچسپی بڑھ جائے گی۔"

سپرنٹنڈنٹ مسکرایا اور بولا "اچھا تم جو چاہو کرنا۔ اب ظہیر کو گرفتار کر لاؤ۔"

جوالا سنگھ اپنے ساہیوں کو لیس کر کے مراد ہوٹل پہونچا اور وہاں کے مینجر سے بولا۔ ہمارا ایک ملزم ظہیر آپ کے یہاں ہے ہم اس کو لینے آئے ہیں۔"

"ہمارے یہاں ظہیر نام کا کوئی پسنجر نہیں ہے۔"

"ہوٹل میں نہیں ہے وہ آپ کے پیچھے والے احاطے میں ہے۔ آپ ہی کے یہاں کی لڑکی سلیمہ اس کی بیوی ہے۔"

"اچھا۔ سلیمہ کا میاں۔ وہ تو ابھی کہیں چلا گیا۔"

"کیسے ؟"

"ایک صاحب آکر ٹھہرے تھے اُن کے ساتھ احاطے والے پھاٹک ہی

سے نکل گیا۔"

"آپ کو کیسے معلوم آپ تو ادھر کی طرف ہیں؟"

"سلیمہ نے بہت شور مچایا رو یا دھویا تو میں گیا ادھر تو معلوم ہوا کہ وہ نکل گیا۔"

"کدھر گیا کچھ پتہ ہے؟"

"سلیمہ کچھ سفارت خانے والے کا نام لے رہی تھی تو مجھے معلوم نہیں وہ رو رو کر کہہ رہی تھی کہ سفارت خانے میں میرا بھتیجا بھی مارا گیا اور اب یہ بھی مارا جائے گا۔"

"کیا میں اُن سے بات کر سکتا ہوں۔ وہ میرا نام جانتی ہیں کہیے انسپکٹر جوالا سنگھ۔"

"میرے ساتھ پیچھے کے دروازے پر چلیئے میں بات کرا دوں گا۔"

جوالا سنگھ سوچتا رہا پھر بولا "رہنے دیجیئے میں سمجھ گیا کیا معاملہ ہے مجھے جلدی کرنا ہے۔"

وہ اور اُن کے ساتھی آ کر ٹرک میں بیٹھ گئے اور تیزی سے اس سفارت خانے کی طرف روانہ ہوئے جہاں ظہیر گیا تھا۔

جب سفارت خانے کے پھاٹک پر ٹرک پہنچی تو ایک چوکیدار نے روکا اور ٹکٹ مانگا۔

جوالا سنگھ نے کہا "ہم کو ٹکٹ کی ضرورت نہیں۔ ہم اپنے ایک ملزم کی تلاش میں یہاں آئے ہیں۔"

چوکیدار نے کہا ,, ہم نہ جانے دیں گے ،،

اس پر ایک سپاہی نے آگے بڑھ کر چوکیدار کو الگ کیا اور پھاٹک اندر چلی گئی ،،

پوری کوٹھی میں اندھیرا تھا صرف ایک کمرے میں روشنی دکھائی دے رہی تھی۔ جوالا سنگھ اپنے ساتھیوں کو لیتے ہوئے اس کمرہ کے پاس پہونچا۔

اس سے ظہیر کی آواز سنائی دی ,, کمینے کتے بھگت اپنے کئے کی سزا ،،

فوراً ہی ایک شخص کے زور کے ساتھ کراہنے کی آواز آئی ،،

جوالا سنگھ ایک دم سے کمرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھا کہ ڈرمشٹفکی ظہیر کے سینے میں چھری بھونک چکا ہے اور ظہیر کی نعش زمین پر گر کر پھڑکنے لگی،،

,, پکڑ لو اس خونی کو ،، جوالا سنگھ نے کہا۔

,, مجھے ،، ڈرمشٹفکی بولا۔

,, ہاں تم کو میں نے خود خون کرتے دیکھا ،،

,, جانتے ہو میں کون ہوں ،،

,, تم کوئی ہو۔ اس وقت اس شخص کے قاتل ہو اور میں تم کو قید کرتا ہوں ،،

,, میں سفیر ہوں ،،

,, یہ تم بعد میں ثابت کرتے رہنا ،،

,, پہلے اس نے مجھ پر چھری تھینکی میں بچا۔ دیکھو میرے بائیں بازو پر لگی

,, ہاں تم کو پہلے اسپتال بھیج کر مرہم پٹی کرا دی جائے گی ،، اور کانسٹبلوں کی طرف رخ کر کے بولا ,, کیا دیکھ رہے ہو۔ ڈال دو ہتھکڑیاں ،،

"میری گورنمنٹ تم کو سمجھے گی "، ورٹنفنکی نے کہا۔

"یہ سب بعد کی باتیں ہیں"

ظہیر کے خون سے سارا کمرہ لال ہو گیا تھا۔ مگر وہ ایک دفعہ پھڑ پھڑا کرنے کے بعد ہی ختم ہو گیا تھا اور اس کی نعش گٹھڑی مارے پڑی تھی۔ جوالا سنگھ نے اسے دیکھ کر کہا "دو سپاہی اسے اٹھا لے چلو"

"سفیر کو اسپتال پہونچایا گیا اور ظہیر کی نعش تھانے لے آئی گئی"

(۱۳)

دو بجے کے وقت آئی جی نے سپرنٹنڈنٹ پر ا نچی اور انسپکٹر جوالا سنگھ دونوں کو بلا بھیجا۔ یہ لوگ اس کے کمرہ میں داخل ہوئے۔ سپرنٹنڈنٹ ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور جوالا سنگھ سامنے کھڑا رہا۔

معاملہ بہت ہی بے ڈھب ہے۔ فارن آفس سے خبر آئی ہے کہ ایک سفیر سے تم نے بدتمیزی کی؟

جوالا سنگھ نے کہا حضور۔ وہ میرے سامنے ایک خونی کی حیثیت سے نمایاں ہوا۔ میرا فرض تھا کہ اس کو گرفتار کرتا؟

تم کو معلوم تھا کہ وہ سفیر ہے!

مجھ کو کیا معلوم۔ یہ تو اس کو ثابت کرنا ہوگا؟

یہ ثابت ہو گیا کہ وہ سفیر ہے اور تم پر اس کے ساتھ بدتمیزی کرنے کا

الزام ہے۔"
"میں نے قانون کی پابندی کی اور اپنا فرض بجا لایا۔"
"اس معاملے میں تم کچھ زیادہ آگے بڑھ گئے۔"
"حضور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کرتا۔ خونی میرے سامنے خون کر رہا تھا
اور میں اُسے روکتا نہ!"
"یہ معاملہ بہت نازک ہے" سپرنٹنڈنٹ نے کہا، "جوالا سنگھ نے ٹھیک کیا مگر
فارن آفس اور پھر روسی حکومت تو نہیں سمجھ سکیں گے۔"
جوالا سنگھ نے کہا، "تو حضور ہی بتائیں کہ مجھ کو کیا کرنا تھا۔"
آئی جی کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "میں سمجھتا ہوں کہ میں یہ لکھ دوں کہ میرے
آفس سے غلطی ہوئی وہ معافی چاہتا ہے۔"
"جو آپ کی رائے۔" جوالا سنگھ نے کہا۔
"مگر سزا اس مردود کو کافی مل گئی" بڑا انچی بولا۔ "کم از کم اخباروں میں تو
چھپ گیا۔ یہ بات مشہور ہوگئی کہ روسی سفیر یہاں کیا کر رہا تھا۔"
"ہاں اخبار کی رپورٹ بڑی بے تکی ہے۔" آئی جی نے کہا۔
"اس میں سفیر کا نام تو نہیں۔"
"پھر میں سمجھتا ہوں کہ ہماری تفتیش اس معاملے میں پوری کامیاب رہی۔ کیوں
جوالا تمہاری کیا رائے ہے؟"
"حضور میں سمجھتا ہوں کہ میں بالکل ناکامیاب ہوں۔"
"کیوں؟"

"ہم کسی بات میں بھی کامیاب نہیں ہوئے۔ پہلی چیز بم والا معاملہ ہے۔ ہم کو اب تک نہیں معلوم کہ بم پیڑ کے پاس کیوں پھٹ گیا اور کیوں اس لڑکے کے چھوندے کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔"

"مگر یہ تو معلوم ہو گیا کہ کون لوگ اس میں شامل تھے اور کس لئے؟" بسیر جی نے کہا۔

"درست سرکار، مگر ان معلومات کا کوئی نتیجہ نہیں، خاص واقعہ یہ نہیں ہے کہ طلسم نے اسمبلی کی طرف اپنے سالے کو بم لے کر بھیجا بلکہ یہ ہے کہ بم کیوں اتنی جلدی پھٹ گیا؟"

"یہ تو نہیں معلوم ہو سکتا جب تک وہ لڑکا جو ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا پھر سے زندہ نہ ہو جائے۔"

"جی حضور یہ معلوم ہو سکتا ہے۔ اس شخص سے جس نے بم بنایا۔ ہمیں اس شخص کو اپنے قابو میں کرنا چاہئے۔ وہ بھی مجرم ہے۔ اور اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایسے معاملات بالکل بند ہو جائیں تو ہمیں اس شخص کو ضرور پکڑنا ہے۔"

"کیا تم ایسے کسی شخص کو جانتے ہو؟" آئی جی نے کہا۔

"جی جانتا ہوں مگر اس شخص کا پکڑنا مشکل ہے کیونکہ وہ ہر وقت اپنے سینے پر ایک بم لگائے گھومتا ہے اور اگر کوئی اس کے پاس پہونچے اور اس کو پکڑے وہ فوراً بم چلا دے گا اور اس کے گرد کا تمام حصہ اڑ جائے گا۔"

"اچھا تو ایسے آدمی کو کیسے پکڑا جائے گا؟"

"خیر حضور ہم اپنے موضوع سے ہٹ گئے، یہ معاملہ دیکھا جائے گا۔ اس وقت

ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ہم کہاں تک کامیاب ہوئے۔ میں نے بتا دیا کہ پہلے اس معاملے میں ہم کامیاب ہوگئے۔" اچھا اب دوسرے ہم اس معاملے میں ناکامیاب ہوئے کہ سب سے بڑے مجرم کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"سب سے بڑا مجرم کون؟"

"درشٹفنکی۔ سفیر ظہیر کے مرجانے کی وجہ سے ہمارا یہ دوسرا مقصد بھی پورا نہیں ہوا۔ اگر ظہیر زندہ ہوتا تو اس کو الزام ضرور دیتا اور پھر اس کی حرکتوں کا بھانڈا ضرور پھوٹتا۔ ہم اس کو ذلیل کرنے میں کامیاب ہوتے اور گورنمنٹ کو بھی اور پبلک کو بھی یقین ہوجاتا کہ کیسے ذلیل سفیر آتے ہیں۔ ان سے وابستہ ہوتے ہوئے لوگ ڈرتے۔"

سپرنٹنڈنٹ نے کہا "ہاں درشٹفکی تو صاف بچ گیا۔ مجھے بھی اس سے نفرت ہے"

"آئی جی نے کہا "اس نے ظہیر کو مارا کیوں۔ یہ بھی تو جاننے کی بات ہے۔"

"یہ بات حضور بہت معمولی ہے۔ ظہیر اس کو مار ڈالنا چاہتا تھا۔ ظہیر پر اس قدر ناامیدی طاری تھی کہ وہ اٹھ نہیں سکتا تھا مگر انتقام کے جذبے نے اسے اٹھایا۔ وہ سفارت خانے میں آیا۔ صفیر نے اسے بھگا دینے کو ضرور کہا ہوگا۔ اس پر کچھ بحث ہوئی ہوگی۔ ظہیر کو غصہ آیا ہوگا اور چھرا اس نے کھینچ کر درشٹفنکی کے مارا ہوگا۔ درشٹفنکی نے غصہ میں اٹھ کر اسے مار دیا۔ میں جب پہنچا تو یہ کام ختم ہوچکا تھا۔ اس کے بابت زیادہ جاننے کی ضرورت نہیں۔"

"ٹھیک ہے تو ہم ان دو ہی معاملوں میں کامیاب رہے؟"

"یہ تو میں نے دو موٹی موٹی باتیں عرض کیں۔ میں تو اس معاملے کو جس رُخ سے بھی دیکھتا ہوں میری سمجھ میں یہی آتا ہے کہ ہم نے کچھ نہ کیا۔ ظہیر کو ہمیں اپنے قبضے میں رکھنا تو تھا ہی۔ مگر یہ بھی دیکھنا تھا کہ وہ بھی خاص ملزم ہے ا۔ وہ اپنی سزا کو پہنچا۔ مگر سزا ہمیں دینی تھی نہ کہ اس سیلر کو۔ سیفر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا۔"

"یہ تم باریکیاں نکال رہے ہو" آئی جی نے کہا۔

"پیر حضور! آپ کی جو کچھ رائے ہو فدوی تو یہ کہتا ہے کہ اس معاملے میں مجرم پہ مجرم اکٹھا ہوتے ہی چلے گئے ہیں! اور ہم محض دیکھتے ہی رہے اور دیکھتے ہی رہتے معلوم ہوتے ہیں۔"

"تو تم چاہتے کیا ہو؟"

"ایسے متعدد واقعات ہو چکے ہیں اور ہم محض لیپا پوتی کرتے رہے ہیں میں بذاتِ خود ان سے حد سے زیادہ عاجز ہو چکا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں۔"

"ایسا کرنا تو بہت اچھا ہوگا" آئی جی نے کہا۔

"آپ تو بجا فرمایا۔ مگر اس معاملے کی مشکلات کو حضور سمجھ لیں۔"

"ہاں مشکلیں بہت ہیں۔"

حضور درست ہے کہ ایک کوئی شخص اس کام کو ہاتھ میں لے لے اور اس کے ہر پہلو کو انجام دے۔ وہ دو باتیں مختلف رائیں مختلف تقاضے اس میں اور رخنے ڈالیں گے۔ جیسے کہ آپ نے دیکھا کہ کتنے رخنے پڑ گئے۔"

"تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ کام پورا تمہارے سپرد کر دیا جائے۔"

"جی سرکار صاف بات یہ ہے۔"

"اچھا سپرنٹنڈنٹ اس میں کوئی دخل نہ دیں گے۔ تم جو چاہو کرو۔"

جوالا سنگھ نے سلوٹ جھاڑا اور باہر چلا گیا۔

(۱۴)

عدال کو ظہیر کے قتل کی خبر سُن کر بڑی خوشی ہوئی۔ یوں تو وہ ظہیر کا مرید تھا مگر کیونکہ وہ کوئی آمدنی نہیں رکھتا تھا اور بڑی تنگی سے اسکی زندگی بسر ہوتی تھی لہذا اس کو اب امید ہوئی کہ سفارت خانہ سے ظہیر کی جگہ پر وہ راز داں مقرر ہو جائے گا۔ مگر زیادہ خوشی کی وجہ ایک اور تھی وہ سلیمہ پر عاشق تھا۔ جس دن سے ظہیر نے سلیمہ کو اس کے سامنے کہا تھا وہ سلیمہ کے حسن کا دلدادہ ہو گیا تھا۔ اکثر راتوں کو وہ سوچا کرتا تھا کہ اگر ظہیر مر جائے تو سلیمہ کو اپنا لے۔ اب اس کے دل میں امید شدت سے جاگی ساتھ ہی ساتھ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ظہیر نے کم از کم پانچ یا چھ ہزار روپیہ چھوڑا ہو گا اور سلیمہ کے ساتھ ساتھ یہ روپیہ ملنے کی امید نے اس کا دل اور بھی بڑھا دیا۔

وہ ظہیر کے خود ساختہ وارث کی حیثیت سے کام کرنے لگا۔ پہلے اس نے تھانے پر فون کر کے پوچھا: میرے جگری دوست ظہیر کی نعش کہاں ہے؟"

جواب ملا: "پوسٹ مارٹم کے لئے اسپتال بھیجدی گئی ہے۔ وہاں سے وارثوں کے سپرد کر دی جائے گی۔"

عبدل مراد ہوٹل پہونچا۔ سلیمہ کو اپنے شوہر کے مارے جانے کی خبر ہو چکی تھی اور وہ بہت رو دھو رہی تھی۔ عبدل نے جا کر اس کو بہت دلاسا دیا اور اسے ساتھ لے کر اسپتال آیا۔

ظہیر کی میت باقاعدہ اٹھائی گئی۔ تب تک اس کی تجہیز و تکفین مکمل ہو گئی۔ سب کام رہے ساتھ تھے اس کے بعد اپنے اپنے گھر چلے گئے۔ عبدل سلیمہ کے ساتھ آیا۔

"جب ہم اسپتال میں تھے تو ایک مہترانی جو پہلے یہاں تھی وہ مجھے ملی۔"

"ہاں۔ تو اس میں کوئی خاص بات ہے۔"

"وہ جس نے میرے میاں کو مارا ہے وہ بھی اسی اسپتال میں ہے؟"

"ہاں۔ وہ داخل ہے پوور وین وارڈ میں۔ کیوں؟"

"کچھ نہیں مہترانی کہتی تھی کہ وہ اس کے کمرے میں آتی جاتی ہے۔"

"آتی جاتی ہو گی۔ مگر اس سے تمہارا مطلب کیا؟"

"تم اندر گئے ہوئے تھے۔ میں برآمدے میں بیٹھی تھی تو اس مہترانی سے مجھ سے بڑی دیر تک باتیں ہوا کیں۔ میں چاہتی تھی کہ جا کر اس موئے کو دیکھوں"

"کیا فائدہ اس خبیث کو دیکھنے سے۔"

"کچھ نہیں یونہی۔ اس نے میرے میاں کو مارا۔ میں اسے پاؤں تو کچا چبا جاؤں۔"

"وہ آپ اپنی سزا کو پہونچے گا۔"

"اس کو پھانسی نہیں ہوگئی۔"

"نہیں۔ وہ سفیر ہے وہ اپنے ملک واپس بھیج دیا جائے گا۔"

"اچھا۔ یہ کیوں کیا اس کے لئے اور قانون ہے اور ہمارے لئے اور"

"یہ قانونی پیچیدگیاں ہیں۔"

"اچھا تو ٹھیک ہے خون کا کوئی بدلہ نہ ہوگا۔"

"بدلہ کیسا؟"

"جانے دو۔"

اچھا اب تم یہ بتاؤ کہ تم نے کیا سوچا ہے؟"

"میں نے؟ کچھ نہیں۔"

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں اگر تم سنو۔"

"کیا؟"

"مجھے تمہارا بہت خیال ہے۔ مجھے ہمیشہ تمہارا خیال رہا۔ جب سے میں نے تم کو دیکھا۔"

"ہاں تم دوکان پر آیا کرتے تھے۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہارا اب کیا ارادہ ہے۔"

"جب سے ظہیر کے مرنے کی خبر میں نے سنی مجھے یقین تھا کہ تم ضرور آؤ گے"

"اس وقت تم کو مجھ سے بہتر مددگار کوئی نہ ملے گا"

"تم سے بہتر"

"ہاں جس وقت سے مجھے خبر ملی کہ ظہیر مارا گیا میرا دل برابر چاہ رہا تھا کہ کسی طرح اُڑ کر تم تک پہونچوں اور دل کی بات تم کو بتا دوں"

"میں بھی یہی سوچ رہی تھی کہ تم بیقرار ہو گے"

"جب کبھی تم میرے سامنے آئیں اور جن نگاہوں سے میں نے تمہیں دیکھا ان سے تم نے ضرور پتہ لگا لیا ہوگا کہ میں تم کو کس قدر چاہتا رہا ہوں"

سلیمہ نے آنکھیں جھکا لیں اس کا چہرہ سرخ ہو گیا اور وہ کچھ نہ بولی"

"میری محبت تم سے چھپی نہیں رہ سکتی تھی۔ میں اسے چھپا ہی نہیں سکتا تھا "میرا دل تمہارے لئے اس قدر بیقرار تھا۔ میری حسرت بھری نگاہوں سے تم کو سب کچھ معلوم ہو جاتا ہوگا"۔ مگر تم نے میری طرف کبھی خاص توجہ نہیں کی"

"کیسے کرتی۔ میں ایک شخص کی بیوی تھی اور میری زندگی ایک باعزت عورت کی تھی"

"مگر ظہیر تم کو زندگی بھر دھوکے دیتا رہا"

"ہاں۔ مجھ سے اس نے سب کچھ چھپایا"

"خیر وہ مر گیا۔ میرا دوست تھا۔ بھلا آدمی تھا اور کام کا آدمی تھا

مگر تمہارے لئے وہ موزوں نہیں تھا۔ تمہاری ایسی حسین اور ذہین عورت کے لئے زیادہ بہتر مرد کی ضرورت تھی۔"

"ہاں اس نے میری زندگی کے سات سال برباد کئے۔ سات سال متواتر دھوکے ہی میں رکھا مجھے۔"

"مجھے تعجب ہوا کرتا تھا کہ تم اس کے ساتھ کس طرح خوش رہتیں۔ مجھے بڑا رشک آیا کرتا تھا۔"

"مجھے اس سے محبت نہیں تھی۔ مگر میں اچھی بیوی بن کر رہنا چاہتی تھی۔ تب ہی تو یہاں سے اس کے ساتھ گئی اور اس سے نکاح کیا۔ مجھے اس سے محبت نہیں تھی۔"

"میں بھی سمجھتا تھا۔ ورنہ تم اس کے ساتھ آکر کیوں رہنے لگتیں؟"

"نہیں۔ میری فطرت کا رجحان ہمیشہ گھریلو زندگی کی طرف تھا۔ میں یہاں کی زندگی سے کچھ ہی دن میں تھک گئی تھی۔ میری ماں مر چکی تھی۔ میں یہاں رہتی تھی۔ یہاں جو کام ہوتا ہے تم جانتے ہو۔ مجھے ذرا اچھی نہیں اچھا لگتا تھا۔ بھوندو کو پالنا میرا کام تھا۔ آٹھ برس تک میں اسے پالتی رہی۔ جب یہ منحوس ظہیر میری زندگی میں داخل ہوا۔ ہائے بھوندو میرا۔"

اور وہ رونے لگی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے پھر کہنا شروع کیا۔

"بہت لوگ جانتے تھے کہ وہ میرا بچہ ہے۔ میں چھپاتی ہوں۔ ایک تھائی یہاں آتا تھا۔ وہ مجھے بہت چاہتا تھا۔ مجھ سے شادی کرنے پر تیار تھا۔ مگر بھوندو سے خار کھاتا تھا۔ میں نے اس کو لات مار دی۔ وہ

ظہیر سے اچھا ہوتا ؟"

"ظہیر نامعقول تھا۔"

"میں سات برس اس کے ساتھ رہی۔ وہ شیطان تھا۔ اس کے اندر شیطان چھپا بیٹھا تھا۔ ہم چلو انے کے لئے میرے بھائی کو لے گیا۔ خود نہ گیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑوا دیئے۔"

"میں اس کو ایسا بے رحم نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ وہ کیا تھا۔ ہاں تمہاری زندگی کس طرح برباد ہوئی۔ تم تو ایسے شخص کے لئے بنی تھیں جو ہر وقت تم کو کلیجے سے لگائے رکھتا۔ تمہارے بھائی کو اپنا بچہ سمجھتا۔ ہاں۔ بڑا افسوس ہوتا ہے۔ مگر اب قسمت پلٹ گئی۔"

"مجھ سے مجھ نذر کا قصہ بھی کئی دن چھپاتا رہا۔ ایک پولیس کا انسپکٹر آیا۔ وہ سب حال بیان کرتا رہا اور میں دروازے کی آڑ سے سنتی رہی۔"

"انسپکٹر کو سب معلوم تھا اور اس نے ظہیر کو پکڑا نہیں۔"

"انسپکٹر نے کہا کہ تم بھاگ جاؤ۔ غائب ہو جاؤ۔ مگر وہ موا بھاگا ہی نہیں۔"

"اور جب یہاں سے گیا ہے سفارت خانے تو تم سے کچھ کہہ گیا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ چھری اپنے کوٹ میں چھپائے تھا۔ میں نے دیکھ لی تھی۔"

"وہی چھری اس نے سفیر کو ماری مگر پوری نہیں لگی۔"

"اسی سے سفیر نے اس کو مار ڈالا۔"

"خیر یہ سب جانے دو۔ اب میں تمہاری خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

ظہیر سے اچھا ہوتا؟"

"ظہیر نامعقول تھا۔"

"میں سات برس اس کے ساتھ رہی۔ وہ شیطان تھا۔ اس کے اندر شیطان چھپا بیٹھا تھا۔ ہم جلو انے کے لئے میرے بھائی کو لے گیا۔ خود نہ گیا اور اس کے ٹکڑے ٹکڑے اڑوا دیئے۔"

"میں اس کو ایسا بے رحم نہیں سمجھتا تھا۔ مگر اب معلوم ہوا کہ وہ کیا تھا۔ ہا۔ تمہاری زندگی کس طرح برباد ہوئی۔ تم تو ایسے شخص کے لئے بنی تھیں جو ہر وقت تم کو کلیجے سے لگائے رکھتا۔ تمہارے بھائی کو اپنا بچہ سمجھتا۔ ہا۔ بڑا افسوس ہوتا ہے۔ مگر اب قسمت پلٹ گئی۔"

"مجھ سے بچہ ندہ کا قصہ بھی کئی دن چھپاتا رہا۔ ایک پولس کا انسپکٹر آیا۔ وہ سب حال بیان کرتا رہا اور میں دروازے کی آڑ سے سنتی رہی۔"

"انسپکٹر کو سب معلوم تھا اور اس نے ظہیر کو پکڑا نہیں۔"

"انسپکٹر نے کہا کہ تم بھاگ جاؤ۔ غائب ہو جاؤ۔ مگر وہ موا بھاگا ہی نہیں۔"

"اور جب یہاں سے گیا ہے سفارت خانے تو تم سے کچھ کہہ گیا تھا؟"

"کچھ نہیں۔ چھری اپنے کوٹ میں چھپائے تھا۔ میں نے دیکھ لی تھی۔"

"وہی چھری اس نے سفیر کو ماری مگر پوری نہیں لگی۔"

"اسی سے سفیر نے اس کو مار ڈالا۔"

"خیر یہ سب جانے دو۔ اب میں تمہاری خدمت کرنے کو تیار ہوں۔

جس طرح بھی کہو۔"

"ابھی میں کہیں نہ جاؤں گی اور۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔"

"میں تم کو اپنے یہاں لے جا بھی نہیں سکتا۔ میں ایک کوٹھری میں رہتا ہوں اور میرے پاس کچھ ہے بھی نہیں سوائے محبت اور خدمت کے تمھیں دینے کے لئے۔ اچھا ظہیر کے پاس بینک میں کافی روپیہ تھا۔ اس کو اب تمہارے نام ہونا چاہئے۔"

"بینک میں ایک پیسہ نہیں ہے۔"

"کیا ہوا؟"

"وہ اسی دن سب نکال لایا تھا۔ بھاگنے کے ارادے سے۔ یہاں آکر اپنے کلیجے سے لگائے پڑا رہا اس روپیہ کو۔ جب جانے لگا ہے تو میں سمجھی تھی کہ روپیہ بھی لیے جا رہا ہے۔ مگر یہاں آکر دیکھا تو تکیہ میں سب رکھا ہوا چھوڑ گیا۔"

"یہ اس نے ہوشیاری کی تھی۔"

"اچھا۔ تم اب جا ہو تو چلے جاؤ۔ مگر اپنی محبت کا ثبوت دینا چاہتے ہو تو گیارہ بجے رات کو یہاں ضرور آنا۔ میں تم سے مدد چاہتی ہوں۔"

"ضرور آؤں گا" کہہ کر عبدل چلا گیا۔

(۱۵)

پروفیسر طلعت کے جنازے میں شرکت کے بعد اکیلا سڑک پر جا رہا تھا۔ چاروں طرف سناٹا تھا اور وہ اپنے خیالات میں محو تھا۔ اتنے میں ایک سائیکل اس کے پاس سے گزری۔ کچھ دور آگے جا کر سائیکل والے نے مڑ کر دیکھا اور سائیکل سے اتر کر کھڑا ہو گیا۔ یہ جوالا سنگھ انسپکٹر تھا۔ پروفیسر نے اپنا داہنا ہاتھ اپنے پتلون کی جیب میں ڈال لیا اور بڑھتا چلا گیا۔ جب وہ جوالا سنگھ کے پاس پہونچا جوالا سنگھ نے کہا۔ "تم ہو۔ میں نے ذرا دیر میں پہچانا۔"

"میں نے تم کو دیکھا ہی نہیں۔"

"چھٹے مل گئے اس وقت۔"

"کیا کوئی کام ہے مجھ سے۔"

"بڑا ضروری کام ہے تم سے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ تم کو اسے کر دینے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔"

"کس قسم کا کام ہے"

"کچھ دریافت کرنا ہے۔"

"اچھا پوچھو۔"

"اسمبلی کے قریب جو بم پھٹا تھا وہ تم نے ہی بنایا تھا۔"

"ہاں میں نے ہی بنایا تھا؟ کیوں"

"کیا اس بم کے لئے یہ ضروری تھا کہ اس کا چلانے والا بھی اُڑ جائے"

"ہرگز نہیں۔ وہ بیس منٹ بعد پھٹنے والا بم تھا۔ جس جگہ کو اڑانا ہوتا وہاں رکھ کر ہوا بھر دی جاتی جتنی میں نے کہی تھی اور بیس منٹ کے بعد وہ پھٹتا۔ جب تک اس کو رکھنے والا کوسوں دور بھاگ جا سکتا تھا۔"

"تو پھر وہ لونڈا کیسے اُڑ گیا۔"

اس لونڈے کو دینا ہی غلطی تھی۔ اگر ظہیر خود لے جاتا تو کچھ نہ ہوتا اور مطلب بھی پورا ہو جاتا۔"

"تو تم کو معلوم نہیں تھا کہ لونڈا لے جائے گا بم کو۔"

"بالکل نہیں۔ کوئی دس بجے رات کو ظہیر میرے گھر پہونچا۔

"کیا وہ اکیلا تھا؟"

"گھر میں نہیں۔ وہ اکیلا ہی آیا تھا۔ ظہیر بولا کہ مجھے ایک بڑا اہم دید درجہ ست اسمبلی کو کافی نقصان پہونچ سکے۔ میں نے کہا کہ دو سو روپئے ہوں گے

ایسے بم کی قیمت۔ اس نے روپئے فوراً نکال کر مجھے دیئے۔ میں نے ایک بڑا ایبڑول کا میبا اس کو دیا اور سمجھا دیا کہ اسکے گیند کو پانچ دفعہ دبائے اور فوراً چلا آئے اس میں ایک اور کھٹکا لگا ہوا تھا جس کو دبا دینے سے فوراً ہی بم پھٹ سکتا تھا میں نے اس کو منع کر دیا تھا کہ اس کھٹکے کو ہرگز نہ چھوئے۔ اور وہ فوراً بم لیکر چلا گیا۔

"تم کو معلوم ہوا کہ اس نے خود نہیں چلایا"

جب صبح کو خبر آئی کہ بم پھٹا اور ایک آدمی قیمہ ہوگیا تو مجھے یقین ہوگیا تھا کہ ظہیر نے کوئی غلطی کی اور وہ ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا۔ جس دن خبر آئی ہے اسکا دن عبدل سے باتیں کرنے میں میں نے یقین کے ساتھ کہا کہ ظہیر اڑ گیا۔ عبدل دل میں بہت خوش تھا۔ بڑا حرامی ہے سالہ، وہ سلیمہ پر عاشق ہے"

"تو اب شاید عبدل سلیمہ سے شادی کرے"

"وہ اس الو کے پٹھے کو ہاتھ بھی لگانے نہ دے گی"

"خیر اپنی بات۔ بتاؤ کہ پھر کیا ہوا"

"ہاں تو میں یہ سمجھا تھا کہ ظہیر ختم ہوگیا۔ مگر دوسرے دن وہ میرے یہاں آیا اور اس نے بتایا کہ وہ بم لے کر گیا ہی نہیں تھا بلکہ الگ کھڑا رہا تھا۔ وہ پارک سے نہیں قریب۔ اس میں"

"اچھا۔ جب بم وقت مقررہ پر چلنے والا تھا تو ظہیر خود کیوں نہیں لے کر گیا اپنے سالے کو کیوں بھیجا"

"تم تو اس سے واقف نہیں۔ میں خوب جانتا تھا اس کو۔ اتنا ڈرپوک

تھا۔ کج دلا۔ کم ہمت کہ جس کی حد ہی نہیں۔ قسمت کا اچھا تھا۔ سفارت خانے سے بیکار بیکار میں رقمیں کاٹتا اور مزے کرتا تھا۔ سوائے پڑے رہنے کے اس کو کوئی کام ہی نہ تھا۔"

"یہ تو میں بھی جانتا تھا کہ وہ بالکل کاہل کتا تھا اور مجھے تعجب تھا کہ اسکو ایسے دہشت ناک کام کرنے کی کیسے ہمت ہوتی تھی۔"

"خیر تو وہ ڈرتا تھا کہ کہیں کچھ اور ہو جائے تو میرے ساتھ بھوندو بھی اس لئے اس کو بم لے کر بھیجا۔"

"اچھا تو اس لونڈے سے کوئی غلطی ہوئی جو بم قبل از وقت پھٹ گیا؟"

"اے بھئی وہ لونڈا عجیب الخلقت تھا۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ لونڈا بم لے جائے گا تو میں ظہیر سے منع کر دیتا۔ اس لونڈے کی حرکتیں ہمیشہ عجیب رہتی تھیں۔ بڑا بھلکڑ تھا۔ اور بڑی جلدی بھول جاتا تھا اپنا گھر تک اسی لئے اس کے کپڑوں پر اس کی بہن گھر کا پتہ ٹانکے رکھتی تھی۔ جس بات کو منع کر دیا جائے اس کو وہ ضرور کرتا۔ چنانچہ اس معاملے میں ہوا یہ کہ ظہیر نے اسے بم دے کر کہا ہوگا کہ دیکھو اس گنبد کو پانچ دفعہ دبانا اور اس کھٹکے کو نہ دبانا۔ اب لونڈا اچھلا ہوگا۔ وہ پیڑ جو اڑ گیا وہ پارک سے کافی دور ہے۔ پیڑ کے نیچے پہونچ کر اس الو کے پٹھے کو خیال آیا ہوگا کہ کھٹکا دبا کر دیکھئے کیا ہوتا ہے اور اس نے کھٹکا ضرور دبا لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پیڑ بھی اڑ گیا اور وہ بھی اڑ گیا۔"

"تو پورا واقعہ یہ ہے۔"

"ظہیر جب دوسرے دن میرے پاس آیا تو میں نے اسے بھی کہہ دیا تھا کہ یہ ہوا ہو گا۔"

"اس لونڈے کو لے جانا ظہیر کی بڑی غلطی تھی۔"

"اب تک اور کئی جگہ اس نے کام کیئے۔ مجھ سے ہم لے گیا۔ میں سمجھتا تھا کہ وہ خود کام کرتا ہے۔ مگر ہر جگہ وہ کوئی نہ کوئی آدمی لے جایا کرتا تھا کام کرنے کے لیئے آدمی سمجھدار ہوتا تھا اور کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ کیا ہوا اور کیسے ہوا۔ اب کی یہ ظہیر کی کم بختی تھی کہ لے چلا تو کس کو اپنے سالے کو جو مستقل پاگل تھا۔ ایسی ہی حماقتوں سے تو کام بگڑتے ہیں۔ بعض وقت ایسے ہوتے ہیں کہ انسان کی عقل چوندھیا جاتی ہے۔ ظہیر اس دن پاگل ہی ہو رہا تھا۔ اسے بڑا ڈر تھا کہ اگر سفیر کا حکم پورا نہ ہوا تو آمدنی بند ہو جائے گی۔ وہ موٹا آدمی تکلیف تو برداشت کر ہی نہیں سکتا تھا۔ تکلیف کے نام سے کانپتا تھا ڈرپوک۔ خیر تو سالے کے لے جانے سے سب بھانڈا پھوٹ گیا۔"

"تمہارا شکریہ کہ تم نے سب باتیں صاف صاف بتا دیں۔"

"میں کبھی کوئی بات نہیں چھپاتا۔ کیا فائدہ۔ مجھے کوئی ڈر نہیں۔ بالکل کسی سے بھی پھر میں کیوں کوئی بات چھپاؤں۔"

"اچھا میں اب تم سے ایک رائے لیتا ہوں۔ بتاؤ کہ اس پورے معاملے میں کون سب سے بڑا مجرم ٹھہرتا ہے۔"

"میں جرم میں عقیدہ ہی نہیں رکھتا۔ کوئی کام جرم نہیں اور ویسے دیکھو

تو ہر کام جرم ہے۔"

"اپنا فلسفہ رہنے دو میری جگہ پر اپنے تئیں رکھ کر بتاؤ کہ اگر میں سب سے زیادہ سزا کا مستحق سمجھوں تو کس کو سمجھوں؟"

"سب سے زیادہ دو سنتھکی جو اسپتال میں پڑا ہے۔ ہاں عبدل سالے کو فکر لگی ہوئی تھی کہ اس سے جا کر مل لے۔ چاہتا ہے کہ ظہیر کی جگہ اس کو مل جائے روٹیوں پر تو بنی ہوئی ہے اس کی۔"

"اچھا اس کے بعد شاید تم ظہیر کو مجرم ٹھہراؤ۔"

"ہاں ظہیر کا دوسرا نمبر ضرور ہے۔ مگر ظہیر پر اپنے سالے کے قتل کا الزام بھی لگ سکتا ہے۔"

"یہ کیسے؟"

"تم اس جرم کو بھول جاؤ کہ اسمبلی پر بم چلانے کی کوشش ہوئی۔ ظہیر کا یہ جانتے ہوئے کہ اس کا سالہ الّو کا پٹھا ہے اس کو بھیجا ایک اپنی جگہ پر مکمل جرم ہے۔"

"یہ تو تم ٹھیک کہتے ہو۔ اس حساب سے تو وہ ایک الگ معاملے کا پورا مجرم ٹھہرتا ہے۔ مگر ہمارے نقطۂ نظر سے وہ دوسرے ہی نمبر پر ہے۔"

"ہاں وہ خاص مجرم ضرور تھا۔"

"اس کے بعد تم سب اپنی پارٹی والے مجرم ٹھہرائے جا سکتے ہو۔"

پروفیسر سنتا رہا، کچھ نہ بولا۔

"جوالا سنگھ کچھ دیر کے بعد کہنے لگا، تم سب میں سے اگر ایک کو کوئی

خصوصیت دی جا سکتی ہے تو وہ تم ہو۔ کیوں؟

"میں؟"

"ہاں تم۔"

"میں سب سے کم مجرم ہوں۔ اگر تمہارے قانون سے بھی دیکھا جائے تو بھی میری حیثیت ویسی ہی ہے جیسے کسی ڈاکٹر کی۔ میں سیاسی بیماریوں کا معالج ہوں۔ میرے پاس لوگ دوا لینے آتے ہیں۔ میں پیسے لیتا ہوں دوا دیتا ہوں۔ ترکیب استعمال بتاتا ہوں۔ اگر میرے نسخے پر کوئی ٹھیک سے عمل نہ کرے تو میری کوئی غلطی نہیں۔ ڈاکٹروں کی دواؤں کے غلط استعمال سے بہت لوگ مر جاتے ہیں کیا تم ڈاکٹروں کو مجرم قرار دیتے پھرتے ہو؟"

"ٹھیک جاننگ بجو ندو کے مارے جانے کا تعلق ہے تم کسی طرح مجرم نہیں قرار دیئے جا سکتے۔ وہ ہرگز نہ مرتا اگر تمہارے کہنے پر عمل کرتا مگر اسمبلی کو خواہ مخواہ اڑانے کے لئے مسالہ دینا کیا جرم نہیں ہے؟"

"یہاں سے ہمارے اور تمہارے نقطۂ نظر کا فرق نظر آتا ہے۔ اسمبلی تمہارے لئے قانون بنا کر سوسائٹی کی بہبودی کا ذریعہ بہم پہونچاتی ہے۔ میرے لئے وہ ایک بیماری ہے جو سوسائٹی کو ترقی کی راہ پر جانے سے روک رہی ہے۔ وہ جرم کا سب سے بڑا اکھاڑا ہے۔ اور تم لوگ اس کا رکھوالی کے اہم تلازمین ہو۔ لہٰذا تم لوگوں سے بڑا مجرم کوئی نہیں۔"

"یہ بحث جانے دو۔ یہ تم ٹھیک سمجھ گئے کہ مجھے تم کو تیسرا مجرم قرار دینا

غلط نہیں میرے نقطۂ نظر سے!"

"ہاں مگر تم میرا کیا لو گے۔ دیکھو میرا ہاتھ میری جیب میں ہے۔ بس سکنڈ کے اندر ہم تم دونوں دھواں ہو جائیں گے۔"

"میرا مطلب یہ نہیں کہ میں تم پر حملہ ہی کرنے والا ہوں۔ دیکھو دراصل کبھی سب سے بڑا مجرم ہے اور وہ صاف بچا جا رہا ہے۔ اب اس پر وہ جرم عائد کئے جا سکتے ہیں۔ پہلے تو وہ محض ملک کا دشمن تھا اور اسمبلی کو برباد کرنے کے ارادے میں پہلا قدم رکھنے والا تھا مگر اب ظہیر کا قاتل بھی ہو گیا یہ دوسرا جرم۔ مگر اس کو کچھ نہ ہو سکے گا وہ اپنے ملک بھیج دیا جائے گا ظہیر اپنی سزا کو پہونچ گیا۔ میں سمجھتا ہوں برا ہوا۔ وہ عنبرین کا رازداں نہ تھا بلکہ میرا بھی رازداں تھا۔ میں اسے سزا دینا نہیں چاہتا تھا مگر وہ پہونچ ہی گیا اپنی سزا کو۔ تیسرے تم رہے تو تم بھی اگر بچ جاؤ تو میرا کیا حرج ہے۔ مجھے تم سے کوئی دشمنی نہیں۔ تم سے بہت سی باتیں معلوم ہوتی رہتی ہیں۔"

اب وہ دونوں ایک چوراہے پر آ گئے تھے جہاں سے جوالا سنگھ سائیکل پر بیٹھ کر ایک سڑک پر چلا دیا۔ پروفیسر اپنا ہاتھ پینٹ سے نکال کر اکڑتا ہوا اپنے راستے پر چلا گیا۔

(۱۶)

اسی رات تین بجے کے قریب جوالا سنگھ کے نام ایک ٹیلیفون آیا کہ کانسٹبل کو اسے جگانا ہی پڑا۔ جاگ کر آنکھیں ملتا ہوا وہ ٹیلیفون پر آیا اور اس نے کہا "جی میں جوالا سنگھ بول رہا ہوں۔"

ادھر سے جواب آیا "یہاں اسپتال میں بڑا اہم واقعہ ہو گیا ہے۔ لورین وارڈ میں پروفیسر درشننسکی کا قتل ہو گیا ہے۔"

"اچھا۔ کب۔ کیسے"

"آپ جلد چلے آیئے۔ یہاں سب معلوم ہو جائے گا۔"

جوالا سنگھ نے فون رکھتے ہوئے کہا "اچھا ہوا مارا گیا کمینہ۔ اپنی سزا کو پہونچا۔"

"کون حضور؟" کانسٹبل نے پوچھا۔

"جلدی تیار ہو جاؤ۔ پورا اسکواڈ۔ میں ابھی کپڑے پہن کر آیا۔"

کوئی گھنٹہ بھر میں جوالا سنگھ اس کمرے میں تھا جس میں درمشتنکی قتل کیا گیا تھا۔ اسپتال کا ہاؤس سرجن نہایت درجے گھبرایا ہوا اس کے سامنے تھا اور کہہ رہا تھا "اس کمرے میں یہ نرس تھی محض۔"

اور وہ نرس موٹی گدبدی اس کے کپڑوں پر خون کے دھبے کھڑی کانپ رہی تھی۔ جوالا سنگھ نے اُس کو غور سے دیکھا اور پوچھا "آپ کا کیا بیان ہے میم صاحبہ۔"

"میں یہاں کرسی میں لیٹی تھی۔ میری ذرا آنکھ لگ گئی تھی۔ اک دم سے مریض چیخا اور میں چونک کر کیا دیکھتی ہوں کہ اس کا پیٹ پھٹا ہوا تھا۔ اس نے روسی زبان میں کچھ کہا۔ میں بالکل نہیں سمجھی۔ ایک منٹ بعد وہ مرگیا۔"

"اس کے سوا"، ہاؤس سرجن نے کہا، "کوئی اور نہیں ہو سکتا"

"ہرگز نہیں" جوالا سنگھ نے کہا "یہ نرس بالکل بے گناہ ہے" پھر نرس کی طرف متوجہ ہو کر بولا۔ "آپ نے پھر کیا کیا؟"

"میں پریشان باہر آئی اور ہاؤس سرجن کو اطلاع دی۔ پورا وارڈ جاگ اُٹھا۔"

جوالا سنگھ نے ہاؤس سرجن کی طرف رخ کرتے ہوئے کہا، "اگر اس نرس نے قتل کیا ہوتا تو وہ آپ کو خبر کرنے نہ جاتی اور چیخ کر باہر نہ آتی؟"

"واہ صاحب۔ یہ ضرور ملی ہوئی ہے قاتل سے۔ ورنہ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔"

جوالا سنگھ نے پھر نرس کو غور سے دیکھا اور کہا۔ مجھے اس کا چہرہ ہی دیکھ کر یقین ہو گیا کہ یہ بے گناہ ہے۔ اور نرمی سے بولا "آپ جا کر کپڑے بدلئے اپنا بیان ہمارے منشی کو لکھا دیجئے۔ شاید گواہی میں آپ کی ضرورت پڑے"

اس کے علاوہ پھر کون ہو سکتا ہے" ہاؤس سرجن نے کہا۔

"ذمہ داری تو آپ کی تھی ڈاکٹر صاحب"

"کیسے؟"

"وارڈ میں قاتل باہر سے گھس آیا اور آپ کو خبر نہیں ہوئی؟"

"باہر سے کوئی آ ہی نہیں سکتا ناممکن ہے"

"آیا کوئی باہر ہی سے ہے۔ خیر آپ اپنے محافظ کو بلوائیے۔

ہاؤس سرجن چلا گیا۔ نرس بھی چلی گئی۔ جوالا سنگھ نے نعش کا اچھی طرح معائنہ کیا۔ اُسے کوئی نشان ایسا نہیں ملا جس سے قاتل کا پتہ لگتا۔ چھرا مقتول کے پاس ہی پڑا ملا۔ یہ بالکل نیا چھرا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ پہلے ہی دفعہ استعمال کیا گیا تھا۔ چھرے کو اُس نے الگ رکھ دیا۔ کمرے کے ادھر اُدھر دیکھتا رہا۔ کوئی نشان ایسا نہ ملا جس سے قاتل کا پتہ لگتا وہ حیران بیٹھا تھا کہ ہاؤس سرجن آ گیا۔ اس نے کہا "ڈاکٹر صاحب نعش کو پوسٹ مارٹم کے لئے لے جائیے۔ میں اسی کمرے میں رہوں گا اور آپ کے محافظ سے گفتگو کروں گا"

اسپتال کے وارڈ بوائے وغیرہ آئے اور نعش کو لے گئے۔ جوالا سنگھ

نرس والی کرسی پر بیٹھا سوچتا رہا۔ اب صبح ہونے والی تھی اور اندھیار اغائب ہو چلا تھا۔ جوالا سنگھ نے محافظ سے پوچھا "اسپتال میں کوئی آیا تھا"

"کوئی نہیں صاحب میں برابر گشت لگاتا رہا۔"

"گشت کے وقت کوئی متنفس بھی تمہارے پاس سے نہ گزرا۔ اسپتال کا کوئی"

"کوئی نہیں"

"یاد کر کے بتاؤ۔ کوئی وارڈ بوائے۔ کوئی نرس۔ کوئی بھی"

"ایک مہترانی۔ پاٹ واش لئے آئی تھی"

تم پہچانتے ہو اس کو"

"بہت سی مہترانیاں نوکر ہیں اسپتال میں۔ میں نے غور نہیں کیا کون تھی"

اتنے میں ہاؤس سرجن پھر آ گیا۔ جوالا سنگھ نے کہا "آپ کے اس کمرے میں بس یہ خاص دروازہ ہے"

"یہ اندر سے بند ہو جاتا ہے"

"قاتل کے ادھر سے آنے کا امکان نہیں۔ کیونکہ وہ بھاگا بھی ہوگا اور خاص برآمدے میں وہ ہرگز نہیں بھاگ سکتا تھا ورنہ پکڑا ہی جاتا"

اس نے پھر اپنی نگاہ دوڑائی اور بولا "ان کھڑکیوں میں تو لوہے کی جالی ہے۔ یہ باتھ روم کا ایک دروازہ باہر کا بھی ہوگا"

"ہے ضرور"

جوالا سنگھ باتھ روم کے دروازے پر آیا اور اس کو کھولا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں ایک نا سَو پاٹ رکھا ہوا تھا اور باہر کا دروازہ کچھ کھلا ہوا تھا۔ اس نے کہا، "معلوم ہو گیا۔ قاتل ادھر سے آیا۔ مہترانی کے لباس میں یہ پاٹ لے کر آیا۔ قتل کے بعد پاٹ کو یوں ہی کا ٹھے کی طرح بیچ میں چھوڑ کر بھاگا اور دروازہ کھلا رہنے دیا۔ قاتل کوئی نیا آدمی ہے اس کا یہ پہلا قتل ہے۔"

"مگر یہاں تک آیا کیسے،" ہاؤس سرجن نے کہا۔

"یہ آپ کی ذمہ داری ہے ڈاکٹر صاحب۔ آپ نے حفاظت کا پورا انتظام نہیں کیا ہے۔"

"کچھ دیر پھر وہ خاموش رہا پھر محافظ کی طرف رُخ کر کے بولا، "تم کو ایک مہترانی سڑک پر گشت لگاتے وقت ملی تھی؟"

"جی حضور۔"

"وہ کیسے کپڑے پہنی تھی؟"

"یہی ہمارے اسپتال کے کپڑے۔"

اب نور کا تڑکا ہو گیا تھا اور جوالا سنگھ باتھ روم کے باہری دروازے کے باہر آیا۔ اس نے دیکھا کہ لان کے گرد جھاڑیوں میں سے ایک رومال سا پڑا ہے۔ نیک کر اس نے اس رومال کو اٹھایا اور بولا، "یہ رومال جھاڑی میں پھنس کر رہ گیا۔ قاتل قاتلہ معلوم ہوتی ہے۔"

"عورت! ہاؤس سرجن نے تعجب سے کہا۔

"ہاں عورت دیجا مہترانی جو محافظ کو ملی تھی۔"

"تو وہ دوپٹہ یہاں کیوں چھوڑ گئی؟"

"اس نے اپنے کپڑوں پر مہترانی کا استعمالی لباس پہنا۔ دوپٹہ درست نہ کیا ہوگا۔ قتل کر کے جب وہ بھاگی تو معلوم ہوتا ہے کہ دوپٹے کا لٹکتا ہوا آنچل جھاڑی میں پھنس گیا اور گھسٹ آیا۔"

"اسے محسوس نہ ہوا ہوگا؟"

"بوکھلاہٹ میں نہ محسوس ہوا ہوگا اور ویسے بھی اکثر میں نے دیکھا برقعے والی عورتوں کا دوپٹہ برقعے میں سے نکل کر ان کے پیچھے گر جاتا ہے اور اُن کو خبر نہیں ہوتی۔ ایسا ہی ہوا۔"

"تو معلوم ہوتا ہے کہ مہترانیوں میں سے کوئی ہو" ہاؤس سرجن نے کہا۔

"نہیں صاحب۔ دوپٹہ اصلی خجگل باڑی کا ہے۔ مہترانیوں کو کہاں میسر آئے گا ایسا دوپٹہ۔ یہ کوئی باہر کی عورت ہے۔ کھاتے پیتے گھر کی۔ مہترانیوں سے ملی ضرور ہے نہیں تو اُس کو وردی کہاں سے ملتی۔"

کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے اپنے سپاہیوں کو بلایا ایک سے کہا کہ کمرے میں سے چھرا لے آئے اور دھو کر اپنے پاس رکھے پھر ہاؤس سرجن سے بولا "آپ ذرا یہاں سے مہتروں کے کوارٹر تک میرے ساتھ چلیں قاتل کے جانے کا یہی راستہ ہے۔ شاید راستے میں کوئی اور نشان ملے۔ سب لوگ اس راستے پر ہولئے اور مہتروں کے کوارٹر پہونچے راستے

میں کوئی اور چیز نظر نہیں آئی۔

کوارٹرس میں پہونچ کر جوالا سنگھ نے سب مہتروں کو ایک جگہ جمع کیا اور ان سے پوچھا "تم میں سے کون رات کو اسپتال میں گیا تھا؟"

کئی مہترانیوں نے کہا "ہم بھی گئے تھے"

"دو بجے رات کے قریب کون گیا تھا؟"

"وقت ہم لوگوں کو معلوم نہیں رہتا"

پھر ان لوگوں کو رو مال دکھایا گیا۔ ان سب نے کہا "ایسا اچھا رومال ہم لوگوں کی بساط سے باہر ہے"

جوالا سنگھ کی سمجھ میں آیا کہ ان مہتروں سے کچھ پتہ نہیں لگ سکتا۔ یہ سب ایک زبان ہو رہے ہیں۔

اتنے میں جس سپاہی نے چھرا اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا آگے بڑھا اور چھرے کا دستہ جوالا سنگھ کو دکھاتے ہوئے بولا "دیکھئے اس پر نیلی سیاہی کی ایک مہر لگی ہوئی ہے"

جوالا سنگھ نے مہر پڑھ کر کہا "اچھا یہ چھرا کل ہی نیا لیا گیا ہے۔ اور دوکان کی مہر اس پر ابھی تک باقی ہے۔ اس دوکان کا نام درج کر لو، وہاں بھی دریافت کیا جائے گا"

جوالا سنگھ نے سوچا کہ اب اُسے اسپتال میں ٹھہرنے سے کوئی فائدہ نہ تھا یہ پورا معاملہ سخت معمہ تھا جس کا حل اس کی سمجھ میں ہرگز نہ آتا تھا۔

وہ اسپتال سے قریب والی چوکی پر آیا اور دریافت کیا "کون سپاہی

کل اسپتال کے قریب ڈیوٹی پر تھا۔

ایک کانسٹبل نے بڑھ کر کہا، حضور میں "

"رات دو بجے کے قریب تم نے کسی عورت کو اسپتال کی طرف جاتے ہوئے دیکھا "

"جی برقع میں ایک عورت اسپتال کی طرف جاتی دکھائی دی تھی اس کے ساتھ کوئی مرد تھا"

"ہوا یہ حضور کہ پہلے ایک مرد میرے پاس سے گزرا۔ اس کے پانچ منٹ کے بعد وہ برقع والی اسی طرف جاتی دکھائی دی جدھر مرد گیا تھا۔ میں کچھ دور پھر پیچھے پیچھے چلا۔ اتنی رات گئے برقع والی عورت نہ معلوم کہاں جا رہی تھی مجھے کھوج ہوئی۔ کچھ دور جا کر میں نے دیکھا کہ وہ مرد اس کا ایک پیڑ کے نیچے انتظار کر رہا تھا۔ میں سمجھا کہ یہ دونوں یہاں ملیں گے۔ مگر نہیں۔ دونوں وہاں سے چل دیئے اور اسپتال کے پچھواڑے غائب ہو گئے۔ میں نے زیادہ کھوج نہیں کی، کوئی ضرورت بھی نہیں تھی "

"اس سے تو کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا۔ وہ مرد ان اشتراکیوں میں کا تو نہیں تھا"

"اندھیرے میں میں نے غور نہیں کیا حضور "

" اس معاملے کا ان لوگوں سے کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا۔ آخر یہ صفدر ان ہی کا آدمی تھا، اس کو وہ کیوں مارتے "

چوکی کے حولدار نے کہا "کوئی دوسرا آدمی خواہ مخواہ مار کے کیا کرتا۔ ان اشتراکیوں کا کوئی ٹھیک نہیں ہے۔ آج جو ان کے یہاں بڑا لیڈر ہوتا ہے کل بڑا دشمن سمجھا جاتا ہے۔ ممکن ہے ان لوگوں کی رائے پلٹ گئی ہو۔"

"یہ ممکن نہیں"

"میں سمجھتا ہوں ممکن ہے۔ کیونکہ سیفر معلوم ہوتا ہے بڑا ازدرداو ہے۔ آتے ہی وہ چاہتا ہے کہ سب کام جھٹ پٹ ہو جائے۔ اس کی اس تیزی سے پارٹی والے سب بھنا گئے ہوں گے۔ ممکن ہے کہ اس کو ختم کر دینا ہی انھوں نے بہتر سمجھا ہو"

مگر مارنے والی کوئی عورت ہے۔ وہی برقع والی عورت۔ اچھے گھر کی پیجامہ اور دوپٹہ پہنے والی۔ اس نے مہترانی کی وردی پہنی۔ مہترانی بن کر باتھ روم میں آئی۔ پاٹ اپنے ہاتھوں میں لائی تھی اس کو باتھ روم کے بیچ میں ہی چھوڑا۔ پھر اچھرا بھونکا اور بھاگی۔ دوپٹہ اس کا لٹکتا رہ گیا تھا۔ وہ جھاڑی میں پھنسا اور اسے خبر بھی نہ ہوئی۔ وہ بھاگتی چلی گئی۔ اشتراکیوں میں مردوں کی کمی نہیں جو وہ ایک عورت کو اور ایسی عورت کو بھیجتے یہ معاملہ ذاتی معلوم ہوتا ہے۔ بڑا پیچیدہ ہے۔ دو کانیں کتنے بجے کھلتی ہیں"

"نو بجے کے قریب"

نو بجے کے بعد جوالا سنگھ اس دوکان پر پہونچا جس کا نام چھرے پر لکھا ہوا تھا۔ چھرا دکھاتے ہوئے اُس نے دوکان دار سے کہا، "کیا تم بتا سکتے ہو کہ کل یہ چھرا تمہارے یہاں سے کون لے گیا؟"

"اس کا تو ہم کوئی حساب نہیں رکھتے صاحب" دوکان دار نے کہا۔

"تم کو کوئی خیال نہیں۔ کوئی عورت تو نہیں لینے آئی تھی؟"

"کل ایسے تین چھرے بکے۔ مگر کوئی عورت نہیں لے گئی ہمیں یقین ہے۔"

یہ سوچتا ہوا کہ یہاں بھی اس کو ناکامی ہوئی اور شراب خانے کی طرف چلا جہاں عبدل وغیرہ عموماً بیٹھتے تھے۔ شراب خانے میں آ کر اُس نے دیکھا کہ پرو فیسر اکیلا بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے پوچھا "عبدل نہیں" "وہ تو جب سے کہ یہاں رہا ہی کہتا تھا۔"

"عبدل اب نہ ملے گا۔ وہ اب اور ہی چکروں میں ہے۔"

"کیسے چکر؟"

"وہ ظہیر جو مارا گیا نا اس کی بیوی کے فراق میں ہے۔"

"یہ تو تم بتا چکے ہو۔"

"اس کے پاس پیسے ہیں ظہیر چھوڑ گیا ہے نا۔"

ظہیر کے نام پر یاد آ گیا اس دو شیزگی کو مار گئی کوئی عورت "

"عورت؟ کیا قاتل عورت تھی۔"

"ہاں عورت تھی۔ بھنگن بن کر آئی تھی اور وہ بیٹھا اس کا دم رہ گیا۔"

"اچھا تو یہ معاملہ ہے"

"کیا معاملہ ہے؟ تمہیں کچھ معلوم ہے؟"

"نہیں۔ مجھے کیا معلوم"

"یہ دیکھو یہ چھرا ہے۔ اس سے اس عورت نے اس کا پیٹ پھاڑ دیا"

"دیکھوں" کہہ کر پروفیسر نے چھرا ہاتھ میں لیا اور غور سے دیکھ کر جوالا سنگھ کو واپس کر دیا

"بھئی تم کو کچھ معلوم ضرور ہے۔ یہ چھرا ابھی تم نے غور سے دیکھا۔ کیا تم مجھ کو کچھ بتا سکتے ہو؟"

"بتانے کی قیمت ادا کرو تو بتا دوں۔ ایک اشارہ دے سکتا ہوں"

"کیا قیمت دو گے؟"

"سو روپیہ"

جوالا سنگھ نے جیب میں سے سو روپیہ کا نوٹ نکال کر کہا "لو ابھی لو"

پروفیسر نوٹ لے کر جیب میں رکھا اور کہا "کل جب میں تم سے ملا ہوں تو یہاں آیا۔ بڑی دیر بیٹھا رہا۔ رات کے کوئی آٹھ بجے عبدل یہاں آیا اس کے پاس یہی چھرا تھا"

"یہی چھرا۔ تم نے کیسے پہچانا"

"میں نے یہ چھرا اس کے پاس دیکھا پوچھا کہ کیا کرو گے کہنے لگا کہ سلیمہ نے منگایا ہے"

"سلیمہ کون؟"

"ظہیر کی بیوی۔ میں نے پوچھا کیا کرے گی لینے لگا کہ کچھ بتایا نہیں میں نے کہا تم کو قتل تو نہیں کرے گی۔ یہ بھی ایک ادائے معشوقانہ ہے کہ عاشق سے چھرا منگوا کر اس کو قتل کرے۔ تو وہ بولا اچھا ہے اگر وہ مجھے قتل کر دے تو میں نے اس سے چھرا لے کر دیکھا اور اپنے ناخون سے ایک نشان اس پر بنا دیا کہ عبدل مجھ سے بات چھپا رہا ہو اور شاید کبھی مجھے ضرورت پڑے وہ نشان اس چھرے پر ہے"

پروفیسر نے چھرا جو الا سنگھ سے لے کر اس کے دستے پر ناخون سے بنی ہوئی ایک لکیر دکھائی اور بولا "اسی وقت کے لئے میں نے یہ لکیر بنا دی تھی"

"تو اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ظہیر کی بیوی نے درشفکی کو قتل کیا"

"کیوں عبدل نے اس کے کہنے سے یہ قتل کیا ہو"

عبدل اسپتال میں نہیں گیا۔ یہ تو یقین ہے۔ قتل سے کچھ گھنٹے پہلے برقعہ میں ایک عورت ہمارے ایک کانسٹبل نے دیکھی تھی۔ وہ شاید سلیمہ ہی ہو۔ مگر وہ تو گھریلو پردہ دار عورت ہے۔ وہ ایسے کام نہیں کر سکتی"

"یہ آپ نے ایک ہی کہی۔ آپ کو پولیس میں اتنے دن ہو گئے ہیں۔ مردوں سے سروکار رہا۔ عورت کو نہیں سمجھتے۔ ارے عورت سے زیادہ ہمت مرد میں نہیں سکتی۔ اب مجھے یقین ہو گیا کہ سلیمہ ہی نے قتل کیا درشفکی کو"

"رات کو ایک مرد اور ایک عورت ہمارے کانسٹبل نے جو دیکھی وہ شاید عبدل اور سلیمہ ہی ہوں"

"شاید نہیں یقین مانو"

"مجھے یقین نہیں آتا"

"تو سلیمہ کے پاس جا کر دیکھ لو۔ وہیں مراد ہوٹل میں ہے"

"اچھا میں یہی کرتا ہوں"

اور وہ وہاں سے چلا آیا۔

(۱۷)

"تم سمجھتے ہو کہ ایک سفیر کا قتل کتنا اہم معاملہ ہے۔" آئی جی نے کہا۔
"جی حضور سیاسی نقطۂ نظر سے بڑا اہم ضرور ہے۔ مگر میں سیاست داں نہیں۔ مجھے سیاست سے کوئی سروکار نہیں۔ میں ایک پولیس انسپکٹر ہوں۔ میرے لئے ہر شخص کی جان برابر ہے۔ سفیر کی جگہ اگر کوئی اور معمولی شخص قتل کیا جاتا تو میرے لئے اس کے حالات معلوم کرنا بھی اتنا ہی اہم ہوتا۔"
"ٹھیک ہے مگر۔ میں تم کو حکم دیتا ہوں کہ اس معاملے کی طرف ضرورت سے زیادہ غور کرو۔ پورا فارن آفس پریشان ہے۔ مجھ پر بہت زیادہ زور دیا جا رہا ہے کہ میں حالات سے آگاہی بہم پہنچاؤں اور تم جس پر مجھ کو بہت بھروسہ ہے کہتے ہو کہ تم کو کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔"
"حضور میں کیا کروں۔ کسی پر شبہ ہی نہیں جاتا۔ کوئی نشانی ایسی ملتی ہی

نہیں جس سے پتہ چلنے کی امید ہو "

"یہ بھی لوگ جو ہیں اُن کو تم نے ٹٹولا "

"ان میں سے کسی کو کچھ بھی خبر نہیں ہے سرکار"

"ہسپتال سے بھی تم کہتے ہو کہ کوئی پتہ نہ چلا"

"جی حضور! اگر فرمائیں تو نرس اور ہاؤس سرجن کو گرفتار کرلوں یا پھر محافظ کو جو قاتل کو آتے نہ دیکھ سکا "

"یہ لوگ اس معاملے میں کوئی ہاتھ نہیں رکھتے "

"بالکل نہیں حضور۔ ڈاکٹر کو اگر اسے قتل کرنا ہوتا تو اس کے پاس سینکڑوں دوائیں ہیں۔ یہ چھرے کی کیا ضرورت تھی "

"اور نرس "

نرس بھی وہی کچھ کر سکتی تھی جو ڈاکٹر "

"اچھا محافظ ملا ہو قاتل سے "

"یہ ممکن ہے۔ مگر میں نے اس سے بہت دیر باتیں کیں۔ وہ بالکل ملزم نہیں ہے سرکار۔ وہ بالکل بے گناہ ہے "

"تو پھر کوئی شخص آسمان سے اُتر کر اُس کو قتل کر گیا "

"جی حضور یہی ہوا "

"تم نہیں تم مذاق کر رہے ہو مجھ سے اس معاملے کی اہمیت کو نہیں سمجھتے "

"حضور سے مذاق میں کروں گا؟ میرا کامل عقیدہ یہ ہے کہ اس حرامزادے پر آسمانی مار پڑی۔ ہمارا قانون اس سے بدلہ نہیں لے سکتا تھا۔ ہم بے بس تھے

خدا کی طرف سے اس کو اپنے کرتوت کی سزا ملی۔"

"یہ سب مذہبی اور اخلاقی باتیں ہیں۔ یہ سب کچھ نہیں قاتل کوئی شخص ضرور ہوگا اور تم کو اس کا پتہ لگانا ہے۔"

"حضور فرمائیں تو کسی غنڈے کو پکڑ لاؤں اور یہ رپورٹ لکھوا دوں کہ یہ شراب کے نشے میں وارڈ میں گھس گیا۔ محافظ نے دیکھا نہیں۔ وارڈ کے پنجرے کا دروازہ کھلا تھا اس میں سے ہوکر اس نے سفیر کے چھرا بھونک دیا۔

مگر یہ بھی تو سوال ہوگا کہ اس نے سفیر ہی کو کیوں مارا؟"

اس کے لیے ایک اور قصہ یہ گڑھ دیں گے کہ سفیر بڑا فیاض تھا اور اس غنڈے کے ساتھ بڑا اسلوک کیا کرتا تھا۔ غنڈہ اسپتال میں اسے کئی بار دیکھنے بھی گیا اور روپیہ مانگا۔ سفیر نہیں دے سکا اسی پر اس نے نشے میں ایک رات کو آکر اسے قتل کر دیا۔"

"اگر تم آگے تفتیش میں کامیاب نہ ہوئے تو ایسا ہی کوئی قصہ بنانا پڑیگا"

"حضور اب ایسا ہی کوئی قصہ گڑھ ہی لیا جائے۔ مجھے تو اس معاملے میں کامیابی کی ذرا بھی امید نہیں"

"اچھا تم نے اس معاملے کی اب تک کیا رپورٹ لکھی ہے بتاؤ۔"

جوالا سنگھ نے اپنا بستہ سنبھالا اور اس میں سے ایک کاغذ نکال کر پڑھنے لگا "فدوی کو اسپتال سے خبر دو بجے کے عودہ منٹ پر ملی۔ فدوی وہاں پہونچا۔ اس سرجن اور نرس سے باتوں میں کوئی بات ایسی نہیں سمجھ میں آئی جس سے کچھ پتہ چلتا۔ فدوی نے وارڈ کے سب حصے دیکھ ڈالے قاتل کوئی چیز نہیں

چھوڑ گیا تھا جس سے کچھ بھی پتہ لگتا۔ فدوی نے محافظ سے بات چیت کی اور اس کو بالکل بے گناہ پایا۔ فدوی مہتروں کے کوارٹر گیا اور وہاں سب کو بے گناہ پایا۔"

"مہتروں کے کوارٹر کیوں گئے؟" آئی جی نے بات کاٹتے ہوئے کہا۔
"حضور وہاں معلوم ہوا کہ مہتر رانی میں آتے جاتے رہتے ہیں اس لئے وہاں گیا تھا میں"

اچھا آگے رپورٹ پڑھو"

"پھر فدوی نے قریب جو کی یہ دریافت کیا۔ وہاں کے کانسٹیبلوں کو کچھ نہیں معلوم۔ چھرا جو مقتول کے بستر پر چھوڑ گیا تھا اس پر ایک دکان کا پتہ چھپا ہوا تھا۔ فدوی اس دکان پر گیا اور دکاندار سے بات چیت کی اس کو کچھ معلوم نہیں۔ پھر فدوی پارٹی والے ہر شخص سے ملا اور ہر شخص کو بالکل بے گناہ پایا۔۔۔ بس سرکار یہ رپورٹ ہے اب تک کی اور زبانی فدوی یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ فدوی بالکل شل ہو گیا ہے اور اس کا دماغ بالکل چکرا گیا ہے۔ آگے سوچنے یا کام کرنے کی ہمت باقی نہیں ہے۔"

"تم ہمت ہار گئے یہ عجیب بات ہے۔"
"حضور کیا کروں کہیں نہ کہیں پر تو ہری ماننا ہی پڑتی ہے۔"
"تمہارا ایسا تجربہ کار آدمی یہ کہتا ہے۔"
"میرا سب تجربہ اس معاملے میں بیکار ثابت ہو رہا ہے۔ سچ پوچھئے سرکار تو یہ پورا معاملہ ہی عجیب ہے۔ اس میں ہم سراسر ناکامیاب ہوتے ہی چلے جا رہے

ہیں ہر درجہ پر ہم کچھ نہیں کر پاتے اور مجرم جرم کرتے جا رہے ہیں اور سزا بھی دیتے جا رہے ہیں۔ سارا معاملہ یوں ہی چل رہا ہے ۔ میں حضور تھک گیا ہوں"

"تو میں ناردن آفس کو کیا رپورٹ دوں"

"فی الحال یہی لکھ دیجیے کہ سارے معاملے کی جانچ ہو رہی ہے اور امید ہے کہ حالات معلوم ہو سکیں "

"ان لوگوں کو جلدی ہے "

"تو لکھ دیجیے کہ معاملہ بڑا پیچیدہ ہے میں تفتیش سے غافل نہیں ہوں مگر کیا کیا جائے کہ پتہ لگنے میں اتنی مشکل پڑ رہی ہے "

"کیا تم کبھی کچھ بھی اس معاملے کے بابت معلوم نہ کر سکو گے "

"اتفاق ہے سرکار۔ اتفاق سے معلوم ہو جائے تو ہو جائے ۔ سامنے کوئی ایسی بات نہیں ہے جس سے امید کی جائے "

"خیر تم تفتیش جاری رکھو "

"یہ تو حضور میں کر ہی رہا ہوں ۔ مگر مجھے جتنی امید ہے وہ میں نے آپ سے ظاہر کر دی ۔ "

(۱۸)

جوالا سنگھ سلیمہ کے کمرے میں ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ سلیمہ اپنے پلنگ کے بیچ میں بیٹھی تھی۔ اب وہ پردہ دار نہیں رہی تھی۔ رات کے دس بجے کا وقت تھا سلیمہ نے کہا۔ "تو آپ اگر مجھے پکڑنے کے لئے آئے ہیں تو بسم اللہ میں تیار ہوں آپ کے ساتھ جانے کو۔"

"نہیں۔" میں نے آپ کو بچا لیا ہے مگر مجھے آپ سے کچھ سوال کرنا ہے محض اپنی تسکین قلب کے لئے۔"

"خیر مجھے بچنے کی امید نہیں ہے مگر آپ جو چاہیں پوچھیں میں برابر جواب دوں گی۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ آپ کی کیسے ہمت پڑی اس کام کے کرنے کی۔"

ٹھیک ہو۔ میری بالکل ہمت نہیں پڑتی تھی۔ ظہیر سے بھی مجھے نفرت ہو گئی تھی۔ ایک تو میرے لاڈلے بچے کو اُس نے ٹکڑے اڑا دیا اور پھر میں بھاگنے کو کہتی رہی آپ کے کہنے کے بموجب اور وہ نہ بھاگتا تھا نہ بھاگا۔ خیر وہ جب تک یہاں تھا میرے دل میں انتقام کا جذبہ چھپا ہی رہا کیونکہ میں اس کو بچانے کی جہت میں مصروف تھی۔ مگر اس کے مرجانے پر اب میرا جذبہ ابھرا میں چاہتی تھی کہ کسی کے ٹکڑے ٹکڑے کر دو۔ وہ موا جس کو میں نے مارا بڑا حرامزادہ تھا۔ میں یہی چاہتی تھی کہ کہیں وہ مل جائے تو کچا ہی چبا جاؤں۔ اسی کی وجہ سے میرا بھوند دار آگیا اور اسی نے ظہیر کو مارا۔"

"تو آپ نے یہ بھی سوچا کہ اتنا بڑا آدمی آپ کے ہتے چڑھ جائے گا۔"

"میں جانتی تھی کہ میں اس تک نہیں پہونچ سکوں گی۔ مگر عبدل کے ساتھ اسپتال جانے پر مجھے محسوس ہوا کہ میں اس تک پہونچ سکتی ہوں۔ اتفاق سے وہاں ایک مہترانی ملی جو ہمارے یہاں کی مہترانی کی لڑکی ہے۔ اس کا میاں اور وہ اسپتال میں نوکر ہیں۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اس کو سو روپئے دے ڈالوں گی اگر وہ میرا ایک کام کرے۔ وہ بولی کیا کام ہے۔ میں نے کہا کہ کوئی صورت سے رات کے وقت مجھے اس کمرے میں پہونچا دے۔ اس نے کہا یہ کون سی بڑی بات ہو۔ اس کے پاس ایک فالتو وردی رکھی تھی۔ اس نے کہا کہ وہ وردی پہن کر رات میں آجا سکتی ہو اور پھر جدھر چاہنا جانا۔"

"ایک بات یہاں بتائیے کہ وہ وردی اس کے پاس کہاں سے آئی تھی"

"یہ میں نے نہیں پوچھا۔ خیر یہ طے ہو گیا کہ رات کے دو بجے میں آؤں گی

اور وہ مجھے وردی پہنا کے پاٹ ہاتھ میں دے کے اسپتال کے اندر داخل کر دے گی۔ کوئی دیکھے گا بھی تو نہ سمجھے گا کہ میں کون ہوں؟

"اچھا تو محافظ جو کہتا تھا کہ اس کو ایک مہترانی ملی تھی تو وہ مہترانی نہیں تھی آپ تھیں"

"جی ہاں میں تھی۔ خیر میں نے یہاں آکر عبدل سے کہا کہ جس طرح بن پڑے ایک چھرا لے کر بارہ بجے رات کو یہاں ملے۔ مجھے بڑا ڈر لگ رہا تھا کسی مرد کے ساتھ کی اس کی مدد کی ضرورت تھی اور میں عبدل کو کام کا آدمی پا گئی؟"

تو عبدل چھرا لے کر بارہ بجے یہاں آیا"

"جی نہیں جیسے ہی بارہ بجے میں برقع اوڑھ کر پچھلے دروازے سے باہر نکلی دیکھا کہ عبدل ٹہل رہا ہے۔ میں نے کہا چھرا لائے ہو۔ اس نے نیا چھرا دکھایا۔ میں نے کہا بس اب چلو۔ ایک جگہ دور سے عبدل نے ایک کانسٹبل کو آتے دیکھا"

"اندھیرے میں اسے یہ کیسے معلوم ہوا کہ کانسٹبل آرہا ہے یا کوئی اور"

"اسے اس موٹے کانسٹبل کی بڑی پہچان ہے۔ ان سب مردوں کو جو کام ٹیڑ کہتے ہیں اپنے کو ان سب کو بڑی پہچان ہے۔ عبدل نے کہا ہم سب دور سے بو پہچان لیتے ہیں پولیس کی"

"اچھا۔ یہ بات مجھے نہیں معلوم تھی۔ خیر آپ اپنے واقعات بتائیے"

"تو صاحب جو اس نے کہا کہ پولیس آرہا ہے تو میں نے کہا تو کیا کریں

چوکا آپ جانتے ہیں دل کتنا سا ہوتا ہے۔ وہ لپک کر ایک سڑک پر مڑ لیا
جو کہیں اور جاتی تھی اور مجھ سے بولا تم سیدھی چلو میں آگے مل جاؤں گا
پولیس کانسٹبل میرے پاس سے گزرا۔ میں جھجکی مگر پھر میں نے اپنا دل مضبوط کیا
چلتی چلی گئی۔ آگے عبدل مل گیا۔"

"کیا آپ کو یہ محسوس ہوا کہ پولیس کانسٹبل آپ کے پیچھے آ رہا تھا؟"

"جی بالکل نہیں۔ کیا اس پولیس نے میرا پیچھا کیا تھا"

"ہاں وہ دور دور رہا مگر آپ کو دیکھتا رہا۔ آپ کو اس نے عبدل سے
ملتے ہوئے دیکھا اور پھر اسپتال میں جاتے ہوئے دیکھا۔

"اچھا۔ مجھے شبہ بھی نہیں ہوا۔ اور پھر عبدل نے بھی کچھ محسوس نہیں کیا

"وہ پولیس کی بو پہچانتا ہے آپ نے ابھی کہا۔ مگر شاید وہ آپ کے ساتھ اس
دفعہ ایسا نچر رہا کہ اسے پولیس کے تعاقب کا شبہ بھی نہیں ہوا؟"

"خیر جانے دیجئے۔ میں مہتروں کے کوارٹر پہونچی۔ وہاں میری مہترانی نے
مجھے کپڑے دیئے۔ میں نے اس کو سو روپئے دیئے۔ میں نے برقعہ جلدی سے
اتار کر وہ کپڑے پہن لئے اور پاٹ ہاتھ میں لے کر اندر گئی۔ مہترانی نے
میرے لئے یہ بھی کیا تھا کہ اس وارڈ کے پچھانے والا باہر کا دروازہ کھلا چھوڑ
دیا تھا۔ خیر میں گئی اسپتال میں۔ میں کانپ رہی تھی ڈر کے مارے مگر میں چلتی
چلی گئی۔ مجھے دروازہ بھڑا ہوا ملا۔ میں نے کھولا۔ پھر اندر کے دروازے میں
جھید سے جھانکا"

"یہ جھید کیسا تھا دروازے میں"

"وہی کنجی والا چھید جو اکثر دروازوں میں ہوتا۔ میں نے دیکھا کہ کسی طرف سے کچھ روشنی کمرے میں آ رہی تھی۔ تو میں نے دیکھا کہ وہ موا مسہری پر پڑا خراٹے لے رہا ہے اور نرس کرسی پر بیٹھی سو رہی ہے۔"

"آپ نے یہ نہیں سوچا تھا کہ اس کے پاس نرس ڈیوٹی پر ہو گی اور جاگتی ہو گی۔"

"یہ مجھے بالکل نہیں معلوم تھا۔ اس معاملے میں قسمت نے بڑی مدد کی۔ میں نے جب نرس کو دیکھا تو میں دھک سے رہ گئی کہ اس کے ہوتے ہوئے میں کچھ نہ کر سکوں گی۔ مگر یہ میری قسمت تھی کہ وہ سو رہی تھی۔ میں نے چپکے سے دروازہ کھولا چھپ کر اندر گئی اور چھرا گھونپ کر اس کے پیٹ میں فوراً پیچانے میں آ گئی اور وہاں سے نکل کر جلدی جلدی باہر چلی۔"

"بات آپ پیچانے میں ہی بھول گئی تھیں۔"

"جی ہاں بوکھلاہٹ میں بھول گئی۔ کچھ دور جا کے خیال آیا کہ اسے لینا چاہیے تھا کیونکہ اگر محافظ پھر ملتا تو شاید شبہ کرتا۔ مگر میں چلی ہی گئی اور باہر پہنچ گئی جہاں عبدل میرا انتظار کر رہا تھا۔"

"آپ یہ ردہ پیٹ تو میں نے آپ کو دیا ہے وہاں رہ گیا تھا آپ کو کچھ احساس نہیں ہوا؟"

"وہ بات یہ تھی کہ جب میں نے برقعہ اتارا تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ پیٹ کھسک گیا تھا اور وردی پہننے میں اور کھلی کہیں الگ ہو گیا۔ جب میں نے وردی اتار دی اس وقت کی جھنجھلی تھیں تو وہ پیٹ غائب۔ عبدل نے کہا یہ غضب ہوا اس

دوپٹے سے پولس پتہ لگالے گی۔ میں نے کہا کہ میں خود پولس سے سب کھول دوں گی میں ڈرتی نہیں خیر جلدی سے برقعہ اوڑھ کر میں چلی آئی۔

"وہ وردی کیا ہوئی؟"

"وہ عبدل لے آیا تھا اور راستے میں ایک نالے میں پھینک دیا تھا۔"

"تو یہ ہے آپ کا سارا کارنامہ۔"

"یہ میں نے کیا۔ اب اگر آپ چاہیں تو مجھے پکڑ والے جیل میں تیار ہوں۔"

"آپ میرے یہاں آنے کا مطلب سراسر غلط سمجھ رہی ہیں۔ میں آپ کے شوہر کو بھی پکڑنا نہیں چاہتا تھا میں چاہتا تھا کہ وہ ایسی جگہ بھاگ جائے جہاں کسی کو پتہ نہ لگے۔ مگر وہ نہ بھاگا۔ اب مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ آپ قاتل ہیں۔ مگر میں نے آپ کی ایک آدھ نشانیاں جیسے دوپٹہ تھا اس کو بھی چھپایا آپ پر کوئی آنچ نہیں آسکی۔ ہاں یہ آپ کے میاں کے کامریڈ اگر پتہ بتادیں سپرنٹنڈنٹ کو جاکر تو دوسری بات ہے۔"

"ان حرام خوروں سے میں ہمیشہ عاجز تھی اور اب بھی عاجز ہوں۔"

"عبدل کے ساتھ شاید آپ شادی کرنا چاہتی ہیں؟"

"میں اس موئے کے منہ کو جھلسا دوں گی۔ مجھے اس سے کام لینا تھا۔ میرے اکیلے جانے کی ہمت نہیں تھی اس لئے اس کو لگا لیا تھا۔"

"مگر اب وہ آپ کا رازداں ہے اور آپ پر دھونس جمائے گا کہ آپ کی رپورٹ کر دوں گا۔"

"وہ کیا دھونس جمائے گا۔ میں پہلے ہی کہہ چکی کہ میں خود اپنے کو پولس

کے حوالے کر دوں گی۔"

"اچھا وہ آپ سے محبت تو کرتا ہے۔"

"ہاں مگر اس میں لالچ شامل ہے۔ وہ جانتا ہے کہ میرے پاس روپیہ ہے۔"

"کیا آپ مجھے بتا دیں گی کہ آپ کے پاس کتنا روپیہ ہو گا۔ یہی چھ سات ہزار سب کچھ ملا کر۔"

"خیر آپ ان عبدل وغیرہ سے عاجز ہیں؟"

"جی ہاں۔ میں چاہتی ہوں کہ کہیں ایسی جگہ چلی جاؤں جہاں ان کا نام بھی نہ ہو۔"

"میں بھی ان سب کو ختم کر دینا چاہتا ہوں۔"

"خدا کے لیے ختم کر دیجئے۔ مجھے بڑی خوشی ہو گی۔"

"آپ میری مدد کریں تو ایک لمحہ میں سب ختم ہو جائیں۔"

"میں مدد کروں۔ جیسے کہئے میں تیار ہوں۔"

دیکھئے عبدل آپ کے پاس ضرور آئے گا۔ آپ اس سے یہ کہئے کہ اپنے تمام کارندوں کی ایک میٹنگ کرے منظر کے گھر پر۔ ظہیر کے قتل پر اظہار افسوس کے لئے یا کسی بہانے سے۔ سب کو جمع کرے۔ کوئی باقی نہ بچے۔ اور کہئے آپ بھی آئیں گی اور باقاعدہ پارٹی کی ممبر ہو جائیں گی اور اپنا سب روپیہ پارٹی کو دینے کا اعلان کریں گی۔ مگر شرط یہ لگائیے کہ سب جمع ہو جائیں جتنے بھی ہیں۔"

"اور کب جمع ہوں۔ اب کی اتوار کو شام کے وقت؟"

"تو آپ اس سے کیا فائدہ اُٹھائیں گے"

"آپ بھی آئیے گا اور دیکھئے گا۔ میں کیا تماشہ کرتا ہوں۔ ایک منٹ میں سب اُڑ جائیں گے ہوا میں"

"تو آپ کیا بم پھینکیں گے"

"ہرگز نہیں۔ وہ لوگ خود ہی ایسا کچھ کریں گے کہ ہوا میں نظر آئیں گے"

"اور میں بھی اُڑ جاؤں گی ان کے ساتھ"

"نہیں آپ ان کی جماعت میں میری مخبر رہیں گی میری راز داں ہوں گی"

"تو مجھے کرنا کیا ہوگا"

"جب وہ سب جمع ہو جائیں تو آپ کسی بہانے سے ان لوگوں سے الگ ہو کر مسز کھوٹے کی کوٹھی کے پچھواڑے ایک جگہ پر جہاں میں ہوں گا آ جائیے گا۔ آپ کے میرے پاس آنے کے تھوڑی ہی دیر بعد آپ دھماکا سنیں گی اور کوٹھی کا وہ حصّہ جس میں منتظر رہتا ہے غائب ہو چکا ہوگا اور اس کے ساتھ اشتراکیت بھی ہمارے شہر سے نیست و نابود ہو چکی ہوگی"

"پھر میرا کیا ہوگا"

"آپ کیا چاہتی ہیں مجھے بتلائیے"

"میں چاہتی ہوں کہ مجھے ایک چھوٹا سا مناسب گھر مل جائے جس میں میں رہوں۔ یہاں میں نہیں رہنا چاہتی"

"شہر ہی میں چاہتی ہیں یا کہیں اور"

"کسی دوسرے شہر میں ہو تو اور اچھا۔

"میں انتظام کر دوں گا۔ اور مناسب داموں میں آپ کو اچھا گھر مل جائے گا! آپ کی وسعت کا تو تجھے اندازہ ہو ہی گیا ہے"

"تو میں بھی آپ کی ہدایت کے موافق کام کر دوں گی"

"مگر آپ زندگی کیسے بسر کریں گی؟"

"اس کا خدا مالک ہے۔ کچھ نہ کچھ ہو ہی جائے گا"

"اس کے بعد جوالا سنگھ وہاں سے چلا آیا"

(۱۹)

"پھر جب عبدل سلیمہ کے پاس آیا تو سلیمہ اُس سے بولی "تم سب کا مزدوروں سے مجھے سخت شکایت ہے۔"

"کیوں؟"

"میرے میاں کے مرنے پر تم لوگوں نے کچھ بھی نہ کیا۔"

"ہم لوگ کیا کرتے۔"

"ارے کم از کم اپنے سب ساتھیوں کو جمع کر کے ایک میٹنگ ہی کروا لیتے اور اس میں اظہارِ افسوس کرتے۔"

"یہ تو کوئی بڑی بات نہیں جب کہو۔"

"تم لوگوں کی میٹنگیں عموماً کس کے گھر پر ہوتی ہیں؟"

"جہاں وہ جھان رہتا ہے وہاں کافی جگہ ہے۔ ہم سب جمع ہو لیتے ہیں۔"

"تو ایک دن جمع ہو جاؤ وہاں۔ اور ایک بات میں کہنا چاہتی ہوں۔ کیا میں پارٹی کی ممبر نہیں ہو سکتی؟"

"بہت خوشی سے کیوں نہیں۔ ہمیں عورتوں کی سخت ضرورت ہے۔ کیونکہ تمہیں ہمیشہ ہم لوگوں سے نفرت تھی اس لئے میں نے تم سے ممبر ہونے کو نہیں کہا کہ کہیں تم بگڑ جاؤ اور پھر مجھ سے ناراض ہو جاؤ۔"

"نہیں میں اس وقت بالکل گھریلو اور ناتجربہ کار عورت تھی۔ اب میں نے دنیا دیکھ لی ہے اور اب میں کچھ کرنا چاہتی ہوں۔"

"اس سے زیادہ اور خوشی کا موقع کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اور اگر تم ممبر ہو جاؤگی تو ...."

"تو کیا:"

"میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا تھا جو اب تک نہیں کہہ سکا۔"

"کیا بات ہے آخر"

"یہ تو میں کہہ ہی چکا ہوں کہ مجھے تم سے کتنا عشق ہے۔"

"ہاں وہ تو ہے"

"تو تم مجھ سے شادی کر لو اگر مناسب سمجھو۔"

شادی؟۔ ہاں۔ مجھے معلوم تھا کہ تم یہ چاہتے ہو اور تم نے مشہور بھی کر دیا ہے کہ اب میری تم سے شادی ہو جانے گی۔"

مشہور کر دیا۔ یہ کیسے معلوم تم کو"

منیجر یہ ہیں نہیں۔ مراد ہوٹل کے وہ مجھ سے پوچھ رہے تھے۔"

"ان سے تو مجھ سے بات کبھی نہیں ہوئی۔"

"تم سے نہیں ہوئی۔ تمہارے ایک کامریڈ سے تو ہوئی۔ وہ ان سے کہتا تھا۔"

"خیر تو تمہاری رائے کیا ہے۔"

"ہم لوگ شادی میں تو عقیدہ نہیں رکھتے شادی مذہبی چیز ہے۔"

"نہیں کیوں نہیں آخر ظہیر نے تم سے شادی کی تھی۔"

"مگر جب میں تمہاری پارٹی کی ممبر ہوں گی تو مجھے شادی نہ کرنا چاہیئے۔"

"کیوں نہیں؟۔ ہاں مگر پرانی رسم سے شادی نہ کرو نئی سے کر لینا۔"

"نئی کیسی؟"

"طریقہ یہ ہے کہ ہم اور تم پولس کے دفتر چلے جائیں گے اور وہاں لکھا دیں گے کہ ہم کسی مذہب میں عقیدہ نہیں رکھتے اور ہم اپنی شادی کر رہے ہیں۔"

"بس ہو جائے گی شادی۔"

"ہاں ہو جائے گی۔"

"اور جب چاہو تم چھوڑ دو۔ پولس میں رپورٹ کر دو کہ اب چھوڑ دیا۔"

"چھوڑنے کا ذکر نہ کرو۔ میں تمہیں زندگی بھر نہیں چھوڑ سکتا۔ کیسے تمہیں اپنا دل چیر کر دکھاؤں۔"

"یہ تو مجھے یقین ہے۔ مگر بات کی بات کہی۔"

"شادی میں عورت کم درجہ کی اور مرد زیادہ اونچے درجہ کا تصور کیا جاتا ہے۔ ایسی شادی میں جو ہم کریں گے ہم اور تم برابر ہوں گے کسی کا کسی پر زور نہ ہوگا۔"

"یعنی چھوڑ دینے میں آسانی ہے۔ نہ مرد کو مہر دینے کی ضرورت ہو اور نہ عورت کو ردوبی کپڑا مانگنے کی۔"

"بالکل یہی اچھا میں سمجھی" اور تھوڑی دیر تک خاموش سوچتی رہی، عبدل اس کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا گیا۔ پھر اس نے کہا "یہ طریقہ اچھا ہے۔"

"کہو تو میں اس کا اعلان کر دوں"

"ابھی ٹھہرو۔ دیکھو آج ہے جمعرات۔ اتوار کو میٹنگ کرو۔ اس میں سب جمع ہوں۔ میں بھی آؤں گی ممبر کی حیثیت سے۔ اس میں ظہیر کی موت پر اظہار افسوس کرو، پھر تم اعلان کر دو کہ پیر کے دن تم مجھ سے یہی تھانے میں لکھوانے والی شادی کر لو گے۔"

"یہ بالکل ٹھیک ہے۔"

"اچھا یہ تو بتاؤ کہ تم مجھ سے شادی کرنے کے بعد مجھے کہاں لے جاؤ گے؟"

"لے کہاں جاؤں گا۔ ایک چھوٹی سی کوٹھری میں پڑا ہوں۔ وہاں تمہارا جانا مناسب نہیں۔ تم یہیں رہنا۔ میں بھی یہیں آکر رہ جاؤں گا۔"

"مگر یہ میری ملکیت نہیں ہے۔ یہاں کرایہ دینا پڑتا ہے اور یہاں جیسی عورتیں رہتی ہیں وہ تم جانتے ہو۔ یہاں گھر بسانے کی جگہ ہوتی تو ظہیر ہی کو یہاں سے میں کیوں لے جاتی اور یہاں رہنے پر مجھے بھی اسی طرح کمائی کرتے رہنے پڑے گی جیسے یہاں کی اور عورتیں کر رہی ہیں۔"

"تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ ہر شخص کوئی نہ کوئی ذریعہ سے کمائی کرتا ہے۔ یہاں والیوں کا بھی ایک طریقہ ہے۔ اس میں کوئی ہرج نہیں ہے۔"

"تو پھر تم سے شادی ہی کر لینا کیا ضروری ہے۔ تم بھی اوروں کی طرح آجایا کرو۔"

"نہیں۔ تم کو اپنانے میں ایک بڑی خوشی ہو گی مجھ کو اور مجھے کتنا اچھا لگے کہ میں کہوں سلیمہ میری بیوی ہے۔"

"خوب۔ بس اتنا کہنے ہی کے لئے آپ مرتے ہیں۔ میرے لئے گھر نہیں۔ کوئی کمائی کر کے مجھے دے نہیں سکتے۔ میری کمائی کو جاری رکھنا چاہتے ہیں۔ پھر بھی میرے میاں بننے کی خواہش ہے۔ میری سمجھ میں یہ کچھ نہیں آتا۔"

"بات یہ ہے کہ تم بالکل درانے خیال کی ہو۔ تم کو علم نہیں۔ تم سوچنے کی عادی نہیں مگر کوئی بات نہیں تم بڑی ذہین ہو اور تم میں بڑی ہمت ہے رفتہ رفتہ یہ سب باتیں تمہاری سمجھ میں آجائیں گی۔"

"ہاں ٹھیک تو ہے۔ میں اگر بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنا چاہتی ہوں تو مجھے اپنے ہی پیروں پر کھڑے رہنا چاہئے۔ رہا شادی کا معاملہ وہ دوسری چیز ہے تم کو میں پسند کروں اور تم سے شادی کر لوں۔"

"میں تمہاری ذہانت کا بھی عاشق ہوں۔ دیکھو کتنی جلدی تمہارے ذہن میں یہ بات آگئی۔ کتنی جلدی تم سب کچھ سمجھ گئیں۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ میں تمہاری پارٹی کو آسمان پر پہونچا دوں گی۔"

"مجھے تم سے بڑی امیدیں ہیں اور یہ سن کر کہ تم پارٹی کی ممبر ہوئی جاتی ہو اور اپنا تن من دھن سب اس پر نثار کر دو گی ہر شخص خوش ہو جائے گا۔ پارٹی میں ایک نئی زندگی آجائے گی۔ بہت ہی اچھا ہو گیا۔"

"اتنے میں باہر سے ایک عورت کی آواز آئی "اری سلیمہ۔ ان سے کہو کہ اب جائیں مجھے تجھ سے ضروری باتیں کرنا ہیں"

سلیمہ نے عبدل سے کہا۔"اچھا۔ اب تم جاؤ جو میں نے کہا ہے اس کا انتظام کرو"

عبدل اٹھ کر باہر گیا اور ایک معمر عورت کمرے کے اندر آئی۔ تھوڑی دیر تک تو وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتی رہی پھر رک رک کر بولی "آخر تو نے اس اٹھائی گیرے کو کیوں اپنے پیچھے لگا رکھا ہے۔ اس کو نکال دیا کر آخر تیرا کیا فائدہ ہے اس سے؟"

"ٹھیک تو کہتی ہو خالہ ہے یہ موا اٹھائی گیرا ہی"

"تو پھر اس کو کیوں لگائے ہو اپنے پیچھے جب دیکھو کھڑا ہے نہیں تو اس کی باتیں خوب ہیں تمہیں ہنسی آئے گی سنو"

"اس ہنسی میں کہیں پھنسی نہ ہو جائے"

"میں ایک دفعہ بھینس کے بھگت جکی بھر پائی۔ خیر وہ ٹھہرا اتنا کمینہ نہیں تھا جتنا یہ ہے سنو تو ذرا مجھ سے شادی کرنے کو کہتا ہے۔ کچھ پلے نہیں ہے مجھے کمائی کرائے جائے گا۔ یہیں آ کر رہے گا"

"خوب۔ بڑے خوبصورت ہی تو ہیں نا"

"ارے کمینہ ہے نرا کمینہ۔ آنکھ ہے اس کی میرے روپے پر۔ کچھ اتنے لئے ہو نہیں شراب خانے میں ڈٹا رہتا ہے۔ کبھی لوگ پلا دیتے ہیں۔ کبھی قرض کی پیتا ہے قرضہ ادا کرے گا میرے روپے سے یہ ہو سارا مطلب اس کا"

"یہ سمجھتی ہے پھر بھی اس کو دھتکارتی نہیں۔"

"اس میں ایک مصلحت ہے خالہ۔ میں ان سب حرامزادوں کا قلع قمع کر دوں گی دیکھے جاؤ۔"

"یہ سب کون؟"

"یہ بہت سے لوگ ہیں۔ ایک جتھہ بنا رکھا ہے ان سب نے میرا میاں بھی ان میں تھا مگر وہ اتنا کمینہ نہیں تھا اور یہ سب کمینوں سے بدتر ہیں۔ شان سے کہتے ہیں ہم کمینے ہیں۔"

"اچھا یہ الٹی گنگا بہاتے ہیں۔"

"ہاں کمینٹ کہتے ہیں اپنے آپ کو شان سے انگریزی بنا کر کمینے کی۔"

"اچھا تو تیری مصلحت کیا ہے ان سے۔"

"یہ سب میری تباہی کا باعث ہوئے۔ میں ان کو تباہ کر کے چھوڑ دوں گی چغیا یا رہنا رہی ہوں ابھی۔"

"مگر کہیں پھنس نہ جانا مجھے ڈر لگتا ہے تجھ سے۔"

"تم بھی خالہ کیا باتیں کرتی ہو میں پھنسوں گی اس مردے سے مجھے ڈر ہے تو پھر کسی سے اٹک کے چلی جائے گی۔"

"یہ ضرور ہوگا۔ مگر اب میں ٹھونک بجا کے سودا کروں گی۔"

"دیکھوں کیا کرتی ہے۔"

میں نے سب کچھ کر بھی لیا۔

"اچھا؟"

"پرسوں جو منشی آئے تھے نہیں یہاں۔ ان کی بیوی ابھی مر چکی ہیں۔ بڑے سیدھے ہیں۔ سو روپیہ کے نوکر ہیں دفتر میں۔ مجھے وہ پسند آ گئے۔"

"اے بٹا کیا معلوم وہ بھی کوئی کمینے ہوں۔"

"نہیں خالہ۔ وہ انسپکٹر جو آتا نہیں ہے اس نے بتایا کہ بڑے اچھے آدمی ہیں اور اسی نے یہاں بھیجا تھی بلکہ اُن کو۔"

"بھئی تو جان" میرا تو جی ڈرتا ہے۔

"اور وہ انسپکٹر بڑا کھرا آدمی ہے اس نے میری جان بچائی۔ اور مجھے سرکاری نیلام سے ایک سستہ گھر دلا دیا۔ کل میں اس کے ساتھ اس مکان کی دستاویزی ہی تو پوری کرنے گئی تھی۔"

"تو وہ منشی اس مکان میں آ گیا؟"

"نہیں اتوار کے دن میں اس مکان کا قبضہ لوں گی۔ اس شام کو وہ اس گھر میں آجائے گا۔ اور ان سب حرامزادوں کا قلع قمع ہو جائے گا۔"

"تو وہ تیرے ساتھ رہا کرے گا؟"

"ہاں اس کے کوئی ہے نہیں۔ ایک بیوی تھی وہ مر گئی۔ میں اسے چار مہینے تک دیکھوں گی پھر نکاح کر لوں گی۔ نہیں گھر سے باہر کر دوں گی۔"

اور اسی طرح وہ دونوں نہ معلوم کب تک باتیں کرتی رہیں۔

(۲۰)

"تو اس معاملے میں تم بالکل پست ہو گئے" آئی جی نے کہا۔

"جی حضور یہی سمجھئے" جوالا سنگھ نے جواب دیا۔

"تو کوئی ایسی بات کرو جس سے ہم نارن آفس کو تو سمجھا سکیں"

"کیوں کسی بے گناہ کا خون کیا جائے۔ چاہے وہ غنڈہ ہی کیوں نہ ہو"

"کچھ تو کرنا ہی ہوگا"

"میں اس معاملے کو دوسرے طریقہ پر سوچ رہا ہوں حضور۔ دیکھئے ان اشتراکیوں کا ختم کرنا ہمارا فرض ہے آپ بھی جانتے ہیں"

"مجھے ان سے زیادہ نفرت اور کسی سے نہیں"

"تو اس درمیانی کی موت ہمارے لئے بہت خوشی کی بات ہوئی"

"خوشی تو مجھے بھی بہت ہوئی۔ اس کو قانون کی گرفت میں لانے کی کوئی

کوشش ہی نہیں ہو سکتی تھی۔"

"تمام جھگڑوں کی جڑ وہ تھا اور اس کو انصاف کے ہاتھ نے ختم کر دیا۔ اب اس کے اپنے غیب۔ باقی ہیں ان کو بھی ختم کر دینا چاہیے۔ یہ بیماری بڑھنے نہ دی جائے۔"

"مگر یہ تو ہمارا نہیں کا کام ہے۔ فی الحال تو حکومت روس کو سمجھانا ضروری ہے ورنہ خارجی معاملات میں گتھی پڑے گی۔"

"حکومت روس کے لئے میں نے ایک رپورٹ تیار کی ہے جو حضور کو حاضر کر دوں گا۔ میں نے کوشش کی ہے کہ سب الزام منتظر پر آئے۔ دیکھا یہ ہو گا کہ در منتشفکی نے کچھ آدمیوں کو تنخواہوں پر اپنے ملک کے معاملات کو یہاں بڑھانے کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔"

"اس کا ثبوت کیا ہے؟"

"ظہیر کی بیوی کے پاس سے میں کچھ کاغذات لایا ہوں۔ وہ ہیں تو ظہیر کے بابت مگر ایک آدھ میں منتظر کا نام بھی ہے۔ ہم یہ نتیجہ نکال لیں گے کہ منتظر بھی اس میں شریک تھا۔"

"خیر اس کو پکڑنے کے بعد کیا کرو گے؟"

"اس کے بعد ثبوت بہم پہنچانا بڑی مشکل بات ہو گی حضور۔"

"تو پھر پکڑنے سے فائدہ؟"

"یہی میں سوچ رہا ہوں کہ پکڑا ان لوگوں میں سے کسی کو بھی نہ جائے مگر الزام ان ہی سب پر لگ جائے۔"

"یہ تم کیسے گول اور ناممکن بات کہہ رہے ہو؟"

"میں نے ایک ترکیب سوچی ہے جس سے سانپ مر جائے گا اور لاٹھی نہیں ٹوٹنے پائے گی۔"

"تم اپنی ترکیبیں لڑایا کرنا۔ مجھے تو فکر ہے کہ کسی طرح میں فارن آفس کو سمجھا سکوں کہ میرا محکمہ کامیاب رہا۔"

"ان کو آپ فی الحال یہ لکھ کر بھیج دیں کہ اتوار تک ٹال کریں۔"

"مگر یہ ٹال مٹول کرنے کو میں کب تک لکھتا رہوں گا۔"

اتوار کے دن ان کو روک کے رہئے۔ پھر لکھئے گا کہ معلوم یہ ہوا کہ ڈرٹشفکی نے اپنے متعدد رازداں اس شہر میں لگا رکھے تھے۔ ہماری پولیس نے ان کا پتہ لگا لیا۔ ہمارے پاس کچھ کاغذات ہیں جن سے یہ امر صاف طور پر ثابت ہو جاتا ہے۔ ان رازدانوں اور ڈرٹشفکی کے درمیان جھگڑا چل رہا تھا۔ جس کی بنا پر ڈرٹشفکی نے ایک خیر نامی کو ہمارے انسپکٹر کے سامنے ہی قتل کر ڈالا اس پر دوسرے رازداں بہت بگڑے۔ ہسپتال میں ان کو دیکھنے کے لئے یہ لوگ آتے جاتے تھے۔ ان میں سے ایک نے رات کے وقت آکر ڈرٹشفکی کو ختم کر دیا۔ ہم نے زیادہ تفتیش کی تو معلوم ہوا کہ یہ شخص مفرور تھا۔ اس کو گرفتار کر کے عدالت میں حاضر کیا جائے گا۔"

"مگر عدالت میں ہم اس کو اگر نہ ثابت کر سکے مجرم تو؟"

"حضور اس کو پکڑنے کی نوبت ہی نہیں آنے پائے گی۔"

"آئیں۔ آئیں۔ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔ اس کو مجرم ٹھہراتے ہو اور پھر

کہتے ہو کہ اسے پکڑنے کی نوبت ہی نہ آئے گی؟

"حضور وہ ختم ہو چکا ہوگا"

"تو تم اس کو مروا ڈالو گے؟"

"اس کے ساتھی اور وہ سب مر چکے ہوں گے اگر ہم سے؟"

"یہ بتانا ابھی پیش از وقت ہے۔ بس حضور مجھے ایک حکم دیدیں کہ میں تمام اشتراکیوں کو گرفتار کرلوں، اس شبہ میں کہ وزیر مملکت کو ان ہی لوگوں نے قتل کیا؟"

"یہ حکم میں دیدوں گا۔ بس اس کے بعد حضور میں کچھ ایسے حالات پیش کر سکوں گا کہ آپ کا بھی بڑا چھوٹے اور یہ معاملہ بھی ختم ہو جائے ہمیشہ کے لئے۔"

"آخر کچھ اشارہ دے سکتے ہو کہ کیا کرو گے؟"

"دیکھئے ان کی جماعت میں ایک شخص ہے جس کو پروفیسر کہتے ہیں۔ اور کوئی نام ہے ہی نہیں یا ہو تو کسی کو معلوم نہیں۔ وہ بم بناتا ہے۔ ہم لوگوں سے اکڑ کے لمبے اور ہم اس کو پکڑ نہیں سکتے۔ کیونکہ وہ اپنے سینے پر ایک بم باندھے پھرتا ہے۔ اس بم کا سوئچ اس کی پتلون کی جیب میں ہوتا ہے۔ جب ہم سے ملتا ہے تو ہاتھ پتلون کی جیب ہی میں رکھتا ہے۔ اگر ہم پکڑنے کی کوشش کریں تو فوراً وہ بم چلا دے اور وہ خود بھی اور ہم بھی اور اس کے گرد کی ساٹھ فٹ تک سب چیزیں اڑ جائیں"

"ایسا مخدوش آدمی ہے؟"

"جی حضور تو میں نے سوچا ہے کہ ایسی ترکیب ہو کہ اس کو اس وقت ہمارا

آدمی یا ہمارے آدمی کے لباس میں کوئی آدمی پکڑ لے۔ جب اُس کے سب ساتھی اس کے قریب ہوں۔ وہ بم ضرور چلا دے گا اور سب کے سب اڑ جائیں گے۔"

میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہ سب کیسے ہوگا؟"

"اسی لئے حضور جب تک یہ سب ہو نہ جائے میں حضور سے یہی عرض کروں گا کہ ان لوگوں کو ٹھہرائے رکھئے۔"

"خیر یہ سب تمہارے ذمہ ہو۔ مجھے چاہئے یہ کہ مجھے فارن آفس نہ پریشان کرے۔"

"جو الانگھ سلوٹ جھاڑ کر: ایسی ہونے لگا۔ دروازے ہی تک گیا ہوگا کہ آئی جی نے کہا "ٹھہرو۔ مجھے ایک بات تم سے پوچھنا ہے۔ یہ شخص منظر جو ہے اس سے تم کو کوئی خاص کد ہے؟"

"حضور یہ سوال ذاتی ہو گیا۔"

"میرا مطلب یہ ہو کہ اس کا کیا خاص جرم تم نے دیکھا۔ اس تمام معاملے میں جس کی ہم اسمبلی پر بم کے واقعہ کے بعد سے تفتیش کر رہے ہیں منظر کا کوئی ہاتھ نہیں معلوم ہوتا۔"

"تو حضور معاف کریں میں بھی ایک ذاتی سوال کرنا چاہتا ہوں کیا حضور اس کو بچانا چاہتے ہیں؟"

کچھ بااثر حضرات نے اس کی اچھی رپورٹ دی ہے۔"

"خیر یہ تو درست ہے کہ منظر بالکل پس منظر میں ہے۔ دیکھئے حضور منظر ہی جڑ ہے سب واقعات کی۔ اس کو یہ سب اپنا ضمیر سمجھتے ہیں۔ وہ ہی ان تمام لوگوں کو

درس دیتا ہے کہ یوں کرو اور یوں کرو۔ ظہیر اسی کے گھر پر پہلے گیا تھا اور پھر بم لے کر اسمبلی کے پاس پہونچا۔ عبدل اس کا داہنا ہاتھ ہے۔ پروفیسر اسے نہیں جانتا۔ اصل میں پروفیسر کسی کو بھی نہیں جانتا۔ مگر وہ ان لوگوں کے لئے کم داموں پر اور اچھے بم بناتا ہے۔ اگر وہ کسی سے کچھ بھی دیتا ہے تو منتظر سے۔ اس لئے منتظر جوڑ ہے سب معاملوں کی۔"

"مگر مجھ سے تو وہ یہی بتایا جاتا ہے کہ وہ بالکل بے گناہ بے قصور آدمی ہے۔"

"یہ رائے منسٹر کھوٹے اور ان کے دوستوں کی ہے جو منتظر کو ہر حالت میں بچانا چاہتے ہیں۔ مگر اس کو اگر چھوڑ دیا گیا تو ہم نے کچھ بھی نہیں کیا۔"

"اچھا جاؤ۔ مجھے اس سے کوئی ہمدردی نہیں اگر تم انصاف سے اسے مجرم سمجھتے ہو تو اس کو ختم کر دینا چاہئیے اور اس کے بعد وشنگی کے قتل کا سارا الزام اس کے اوپر رکھ دیں گے۔"

(۲۱)

مسٹر کھوٹے کی کوٹھی نہایت عالی شان تھی۔ اس کے مغربی کونے میں ایک کشادہ برآمدہ تھا۔ اس برآمدے میں آج زمین کا فرش کیا گیا تھا اور ایک کونے پر ایک قالین اور ایک گاؤ تکیہ لگا ہوا تھا۔ منتظر ایک لمبا سا کرتہ اور پائجامہ پہنے ہوئے اس فرش پر بیٹھا تھا۔ کچھ دیر کے بعد اس کے کام ریڈ آنا شروع ہوئے۔ پہلے دو چار نوجوان لڑکے آئے جو کسی کالج کے طالب علم معلوم ہوتے تھے۔ انھوں نے منتظر کو نہایت ادب سے سلام کیا۔ منتظر نے جواب دے کر کہا۔ "کہو تمہارے کالجوں کا کیا حال ہے؟"

"خوب چل رہا ہے ہمارا کام" ایک لڑکے نے کہا۔

"ایک پروفیسر ہمارے ہم لوگوں کو برا کہتے تھے۔ میں نے درجہ میں کھڑے ہو کر ان کو آڑے ہاتھوں لیا۔ ڈانٹنے لگے۔ میں نے اسٹرائک کرا دی۔"

دوسرے نے کہا؟

تیسرا بولا "ہمارے کالج کے سب لڑکے اب دہشتی ہیں۔ کیا مجال کسی پروفیسر کی جو کچھ کہہ سکے ہم سے؟"

"خوب خوب" منظر نے کہا "تم ہوشیار بچے ہو!"

"منظر کا منھ بل ڈاگ سے بہت کچھ ملتا جلتا تھا۔ اس وقت وہ مسکرایا تو یہ معلوم ہوتا تھا جیسے کہ کوئی بل ڈاگ جمائی لے رہا ہو"

اتنے میں پروفیسر آیا۔ اس نے منظر کو سلام دلام نہیں کیا اور اکڑ کر بولا "کیوں منظر۔ یہ آج کیا خاص میٹنگ ہے"

"بہت خاص ہے"

"میں ایک اہم تجربہ کر رہا تھا۔ خیر آنا ہی پڑا۔ مگر کتنی دیر لگے گی"

"عجیب آدمی ہو تم۔ بیٹھو۔ جتنی بھی دیر لگے۔ آخر ہم لوگوں کے کام مرید ہو؟ ہم کو کچھ وقت نہیں دو گے"

"پروفیسر اکڑا اکڑا وہیں بیٹھ گیا"

"منظر نے کہا "یہ کیسے بیٹھے ہو"

"وہ بولا "میں یوں ہی بیٹھ سکتا ہوں۔ یا کرسی پر بیٹھ سکتا ہوں۔ میرے سینے پر جو بم لگا ہے اس کی نلی پتلون کی جیب میں دب جائے گی اگر پلتھی مار کر بیٹھا"

"تو یہاں بھی بم لگائے ہوئے ہی آنے کی ضرورت تھی"

"کیوں نہیں۔ آخر اتنا راستہ چل کر آیا ہوں۔ راستے میں پولیس اگر پکڑ لیتی تو"

"پولیس کا تمہیں بڑا ڈر ہے۔"

"مجھے ڈر ہے۔ پولیس مجھ سے ڈرتی ہے۔ محض اس کی بدولت۔"

"تو یہاں اگاڑی نکال کر رکھ دو۔"

"نہیں کیا معلوم یہاں پولیس آجائے۔"

"تو کیا اگر پولیس آجائے تو تم اس کو چلا دو گے چاہے ہم سب اڑ جائیں"

"چاہے کچھ ہو میں پولیس کے چنگل میں جانا برداشت نہیں کر سکتا۔"

اس وقت دو چار لوگ اور آگئے اور یہ باتیں یہیں ختم ہو گئیں۔ پھر اور لوگ آتے رہے اور منتظر انہیں بل ڈاگ کی طرح منہ کھول کھول کر خوش آمدید کہتا رہا۔ کافی دیر کے بعد عبدل اور سلیمہ آئے۔ عبدل بہت زیادہ بشاش تھا۔ سلیمہ سنگھار کئے سفید ساری پہنے شرمائی شرمائی سی ساتھ تھی۔ وہ حسین تو سرگز نہ تھی مگر گوری تھی اور جوان تھی اور اس وقت اس کے انداز میں ایک خاص ادائے دلبری نکل رہی تھی۔ ان دونوں کے آنے پر منتظر کھڑا ہو گیا اور تمام حاضرین اس کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔

منتظر نے سلیمہ کے پاس آتے ہوئے کہا "مجھے افسوس ہے کہ مسز کھوٹے آج گھر پر نہیں ہیں۔ سپرنٹنڈنٹ پر بجلی کسی نہایت ضروری کام سے انہیں لے گئے ہیں ورنہ وہ آپ کا استقبال کرتیں۔" اور پھر قالین کی طرف اشارہ کیا کہ سلیمہ وہاں بیٹھے۔

سلیمہ اپنی آنکھیں نیچی کئے ہوئے تھی۔ نوجوان حاضرین اسے بڑے غور اور حسرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ عبدل سے بولی "میں ابھی آتی ہوں ہاں ذرا ادھر آئیے"

باہر آکر کوٹھی کے پچھواڑے کی طرف چلی گئی۔"

"پچھواڑے نوکروں کے کوارٹروں کے درمیان جو کھڑکی تھی اس میں سے گزر کر اس نے داہنے دیکھا دیوار کے پیچھے اسے جوالا سنگھ نظر آیا۔ جوالا سنگھ نے اشارہ کیا اور وہ اس کے پاس گئی۔ جوالا سنگھ نے پوچھا "سب آ گئے؟"

"شاید سب آ گئے۔"

"پروفیسر تو ہے"

"ہاں وہ آ گیا ہے۔ سب کے بیچ میں بیٹھا ہے۔"

"یہ بہت اچھا ہوا۔ مجھے ڈر تھا کہ وہ سسرا اگر نہ آیا تو ہمارا کام خراب ہو جائے گا۔"

پھر جوالا سنگھ نے ایک اشارہ کیا اور پاس کی جھاڑیوں میں سے ایک سپاہی نظر آیا۔ اس سے وہ بولا "تم جا کر کھڑکی کے پاس کھڑے ہو جاؤ۔ جب یہ بیگم۔ عمارت کے ختم پر پہنچتی دکھائی دیں تو فوراً تم چل دینا اور جا کر برآمدے میں پستول دکھاتے ہوئے کہنا تم سب قید اور سیٹی بجانا۔ پروفیسر تم کو دیکھ کر ضرور اپنا بم چلائے گا۔ تم غور سے دیکھنا کہ اس نے اپنی مٹھی اپنے پتلون کی داہنی جیب میں دبائی یا نہیں۔ جیسے ہی وہ دبائے ویسے ہی رکھ کے بھاگنا ورنہ تمہاری خیریت نہیں ہے۔ تم بھی اڑ جاؤ گے۔ بیس سکنڈ کا وقت ہے اتنے میں تم سو گز بھاگ سکتے ہو۔"

"سپاہی نے کہا "آپ اطمینان رکھئے۔ ساٹھ فٹ ہی تو اس کے بم کا اثر جاتا ہے۔ کوٹھی کے گرد تک دو سو فٹ ہوتے ہیں برآمدے سے اور پھر کوٹھی بڑی

مضبوط بنی ہے۔ اگر میں اس کے پیچھے تک بھی پہونچ سکا تب بھی بچ جاؤں گا۔"

"جوالا سنگھ نے سلیمہ سے کہا۔ "تو بیگم تم اب جاؤ۔"

سلیمہ واپس آئی۔ برآمدے میں قالین کے کونے پر بیٹھ گئی۔ اتنی دیر میں اور لوگ بھی آ گئے۔ کچھ دیر اور لوگ آتے رہے۔ پھر منظر نے کہا "اب تو شاید سب آ گئے، جلسے کی کارروائی شروع ہو۔"

"شاید کیا۔ یقیناً سب آ گئے۔" عبدل نے نہایت فاتحانہ انداز سے کہا۔

"اچھا تو صدارت کے لئے تجویز ہو۔" منظر نے کہا۔

ایک لڑکے نے اٹھ کر کہا "میں آج کے جلسے کی صدارت کے لیے کامریڈ منظر کا نام تجویز کرتا ہوں۔"

"ایک اور لڑکے نے کہا "میں تائید کرتا ہوں۔"

"عبدل بولا "کسی کو اعتراض تو نہیں۔"

کسی نے کچھ نہ کہا۔

منظر کھسک کر قالین پر گاؤ تکیہ سے لگ کر بیٹھا۔ اس نے ایک نگاہ سارے مجمع پر ڈالی بل ڈاگ والی مسکراہٹ چہرہ پر کھیلی۔ پھر وہ کھڑا ہوا اور بولا "کامریڈس آج کے جلسے کا پہلا مقصد یہ ہے کہ ہم اپنے بچھڑے ہوئے کامریڈ ظہیر کی بے وقت موت پر اظہار خیال کریں۔ اس سلسلے کی تجویز کامریڈ عبدل پڑھیں گے۔"

عبدل اپنے جسم کو جہاز کی طرح جنبش دیتا ہوا اٹھا اور ایک کاغذ جیب سے نکال کر پڑھنے لگا "ہم سب کامریڈوں کا یہ جلسہ کامریڈ ظہیر کی بے وقت موت پر

اظہار افسوس کرتا ہے اور ان کی محترمہ سلیمہ بیگم سے گہری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔"

"اس کے بعد سب لوگ کھڑے ہو گئے، سوائے سلیمہ کے جو اسی جگہ پر بیٹھی رہی۔ دو منٹ تک خاموش کھڑے رہے۔ پھر سب بیٹھے۔ منظر بھی بیٹھا اور ایک ہی لمحہ کے بعد بولا "میں آپ لوگوں کا تعارف محترمہ سلیمہ بیگم سے کراتا ہوں۔ وہ بڑے کردار کی مالک ہیں۔ اب انھوں نے طے کر لیا ہے کہ وہ بھی پارٹی کی ممبر ہو کر دن رات اس کو فروغ دینے میں گزار دیں گی۔"

"سب لوگوں نے خوشی سے تالیاں بجائیں۔"

منظر پھر بیٹھا اور پھر کھڑا ہو کر بولا "محترمہ موصوفہ ابھی پردے سے باہر آئی ہیں۔ اس لئے شرماتی ہیں۔ کچھ عرصے میں وہ آپ کے سامنے وہ تقریریں کریں گی کہ بڑے بڑے مقرروں کو مات کر دیں گی۔ مگر ابھی اُن کو شرم آ رہی ہے اس لئے ان کا خط محترم کامریڈ عبدل پڑھ کر سنائیں گے۔"

اس وقت سلیمہ نے ایک لفافہ عبدل کے ہاتھ میں دیا اور اٹھ کر جانے لگی۔ مجمع سے آواز آئی "جناب صدر یہ محترمہ تشریف کیوں لئے جا رہی ہیں۔"

عبدل نے کہا "جناب صدر اور حاضرین۔ محترمہ کے خط میں ایک خاص اظہار ہے جس کو وہ مجمع کے سامنے پڑھتے ہوئے شرمائیں گی۔ اس لئے انھوں نے پہلے ہی کہہ دیا کہ جب اُن کا خط پڑھا جائے گا تو وہ ذرا دیر کے لئے ہٹ جائیں گی۔"

"اچھا" پروفیسر بولا۔ "وہ تمہاری شادی والا معاملہ۔"

عبداللہ نے لفافہ چاک کیا اور پرچہ نکال کر پڑھا۔ "آپ سب سے زیادہ کمینہ کوئی نہیں خدا.... وہ ٹھہر گیا اور بولا "یہ کیا ہے اس رقعہ میں۔"

"سب سناٹے میں آ گئے۔"

ایک منٹ میں ایک پولیس کا سپاہی برآمدے میں داخل ہوا اور پستول نکال کر بولا۔ "تم سب گرفتار کئے جاتے ہو۔"

"پروفیسر اچک کر کھڑا ہو گیا اور بولا "میں بھی۔"

"تم سب سے پہلے۔"

پروفیسر کا ہاتھ اس کے پتلون کی جیب میں گیا اور سپاہی نے دیکھا کہ اس ہاتھ کی مٹھی بند ہی ہوئی جیب کے اندر دکھائی دی۔ سپاہی بھاگا۔ کوٹھی کے نکڑ تک ہی پہونچا ہوگا کہ بڑی زور کا دھماکا ہوا۔ کوٹھی ہلی اور وہ اور بھی تیز بھاگ کر باہر حوالا سنگھ کے پاس پہونچا۔

حوالا سنگھ سلیمہ سے کہہ رہا تھا "بہت شکریہ تمہارا بیگم تم نے مجھے کامیاب کیا۔"

"کیوں مجھے تمہارا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ تم نے مجھے دوبارہ زندگی دی" سلیمہ نے جواب دیا۔"

"آپ چل کر دیکھیں گی کہ ان کا کیا حشر ہوا۔"

"نہیں مجھ سے نہیں دیکھا جائے گا۔"

"کوئی ہے۔ آپ کو ہماری ٹرک پر آپ کے گھر پہونچا آؤ۔"

(ختم شد)

اجنبی
ایک نیا ناول
حبیبہ بانو
جس میں حیات کی تلخیاں ہیں
اور زندگی کی رنگینیاں بھی
اجنبی میں کردار نگاری کا اعلیٰ
نمونہ پائیں گے
سفید کاغذ، خوبصورت گردپوش بہترین طباعت و کتابت
ناشر:۔ کتابی دنیا۔ لکھنؤ

پایونیر پرنٹنگ پریس، نیا گاؤں۔ لکھنؤ